باہتمام احقر العباد مرزا محمد جواد نظامی پریس وکٹوریہ سٹریٹ لکھنؤ میں چھپی

فہرست مضامین

اسوۃ الرسولؐ کی مجلدات خمسہ - واقعات رسالت کے علاوہ - قدیم مبلغین و مجاہدین اسلامی کے محاسن خدمات کے کابل اور تیار ذخیرے ہیں جن میں ان بزرگواروں کی خدمات اگر تفصیلی ندازسے نہیں تو اجمالی طریقہ سے ضرور بیان کردی گئی ہیں -

ان مجلدات کے تمام کرنیکے بعد مختلف مضامین کے پلاٹ پیش نظر تھے - جن میں سے بعض کے مواد بھی جمع کیے جانے لگے تھے - کہ دفعتًا ایک ہاشمی النسل مبلغ و مجاہد اسلامی کے حسن خدمات کی تفصیلی ضرورت یاد آئی - ممکن تھا کہ میں اور بزرگواروں کی طرح ان کی خدمات کی تفصیل کیلئے بھی اپنے اُسی اجمالی بیان کو کافی سمجھتا جو مجلدات اسوۃ الرسولؐ مین اپنے اپنے مقامات پر لکھے گئے ہیں - مگر ان کی جان نثارانہ خدمات اور مخلصانہ جذبات کی حقیقت و اصلیت واقعیت واہمیت نے کسی طرح اپنی خصوصیت کو عمومیت کے پردے میں چھپائے رکھنے کی اجازت نہیں دی -

وہ کون ہاشمی الاصل اور مطلبی النسل بزرگوار ہیں؟ وہ حضرت **جعفر الطیار** ابن ابیطالب ہیں۔ تاریخ وسیرت کے مشاہدات بتلا رہے ہیں کہ اسلام کے ارتقا و وسعت حمایت و تقویت کی کوششوں میں جس ایثار نفسی کے ساتھ بنی ہاشمیوں نے اور بنی ہاشمیوں میں آل ابی طالب نے کام لیا ہے ویسا عرب کے دوسری قوم و قبیلہ کی کسی فرد واحد نے نہیں لیا اس بنا پر یہ کہنا بالکل حقیقت ہے کہ جس طرح ابیطالب نے اپنے زمانہ حیات میں حمایت و حفاظت کے محاسن خدمات دکھلا کر اسلام اور بانی اسلام علیہ و آلہ السلام پر احسان کیے اسیطرح اُن کی اولاد نے اپنے پدر بزرگوار کی تعلیم کے موافق اسلام کی حمایت و نصرت اور بانی اسلام علیہ و آلہ السلام کی رفاقت و حفاظت مین اپنی جان نثارانہ خدمات دکھلا کر اسلام پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے احسانات قائم کر دیئے۔

مگر اسکو کیا کیا جاوے کہ باوجود اتنی جان نثارانہ اور سرفروشانہ خدمات کے بھی جسقدر توجہی اور ناپرسی غفلت اور نفرت کی وجہ سے انکے حسن خدمات بھلائے گئے اور مٹائے گئے ویسے کسی دوسرے کے نہیں اس ناپرسی اور ناتوجہی میں رفتہ رفتہ ایسی شدت اور عصبیت پیدا کی گئی کہ خلافت امویہ کے دور میں۔ علاقہ خراسان سے لیکر ولایت مرو اور مضافات ترکستان تک کی تمام زمین آل جعفر کے خون سے رنگین کر دی گئی۔ اگر ہم ان خونین واقعات کی یہان تفصیل کرنا چاہیں تو ہمکو آل جعفر کے اقبال و ادبار اور زجر و مد کی پوری تاریخ لکھدینی ہو گی۔

اس لیے ہم ان تمام واقعات سے قطع نظر کر کے اپنے موجودہ مقالہ افتتاحیہ میں صرف اتنا لکھکر دکھلا دینا ضروری سمجھتے ہین کہ جس جان نثار اور غمگسار اسلام کی آل اعقاب کے ساتھ اُمرائے اسلام اور راہنمائے شریعت نے یہ وحشیانہ اور خونخوارانہ طرز عمل قائم رکھے وہ ابتدائے اسلام سے لیکر اپنے آخر وقت تک اسلام کا کتنا بڑا محسن اور معاون ثابت ہوتا ہے۔

اس مین کسی کو کلام نہین ہوسکتا کہ دنیاے اسلام مین کثیر التعداد بزرگون کے ایسے نام لیے جاسکتے ہین جو اسلام کے اعلی سے اعلی خدمات بجا لائے ہین۔ لیکن جب اُنکی تفصیلِ خدمات پر تحقیق کی نظر ڈالی جاتی ہے تو وہ ایک صنف خاص کی حد سے آگے نہیں بڑھتین۔ بخلاف اُنکے جب حضرت جعفر الطیّار کے محاسن خدمات پر نگاہ غور کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہو کہ اُن کی خدمات کسی صنف خاص تک محدود نہین کیجا سکتین۔ حضرت جعفر طیّار۔ اسلام کے مبلّغ بھی تھے اور معلّم بھی۔ رسالت کے سفیر بھی تھے اور مشیر بھی۔ بارگاہ نبوت کے نمایندہ بھی تھے اور تقریر کنندہ بھی وہ مہاجر الی اللہ بھی تھے اور مجاہد فی سبیل اللہ بھی۔ یہانتک کہ اپنی اسی آخری خدمت مین تو اس جانبازی اور سرفروشی سے کام لیا گیا کہ نوے زخمہاے تیغ و سنان کھاکر اسلام کا یہ اصلی اور حقیقی جانفروش ہمہ تن گل پوش ہوکر نقاب ابدی مین ہمیشہ کیلیے روپوش ہو گیا۔ سلام اللہ علیہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اس رسالہ مین حضرت جعفر طیارؑ کے تمام محاسن خدمات ابتدا سے لیکر انتہا تک پوری تفصیل کے ساتھ لکھدیے گئے ہین خصوصاً آپکے ابتدائی حالات مین تاریخ و سیر کے اُن انکشافات سے کام لیا گیا ہو جنپر خود غرضی اور اپنی عیب پوشی کی ضرورتون سے خاص طور پر نقاب افگنی کی گئی تھی۔

حضرت جعفرؑ کے حالات کے ساتھ ہی ساتھ حضرت ابیطالب کے بڑے صاحبزادے طالب ابن ابیطالب کے واقعات بھی جہانتک تجسّس اور تلاش سے مل سکے ہین قلمبند کردیے گئے ہیں۔ اس غیور بنی ہاشم کے حالات تو اخفا و انزوا کے اس انتہائی درجہ تک پہونچے ہوئے تھے کہ حضرت ابیطالب کی کنیت مین طالب کی نسبت خاص سے ہر شخص اتنا سمجھ لیتا تھا کہ آپکے کوئی صاحبزادے طالب بھی تھے۔ مگر وہ کون تھے۔ کیسے تھے اور کیا ہوئے؟ اس سے کسی کو بھی کوئی

علم و واقفیت نہین۔ اکثر حضرات کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کنیت ابو القاسم کی طرح حضرت ابیطالب کے بھی کوئی صاحبزادے طالب نامی ہونگے جنکی نسبت سے آپ کی کنیت ابیطالب مشہور ہوئی۔ مگر قاسم کی طرح طالب بھی کم سنی ہی مین انتقال فرما گئے لیکن تاریخ و سیر کی تفحص و تجسس سے یہ جوان ہاشمی ایسا پرہمت اور صاحب حیا و غیرت ثابت ہوتا ہے کہ دنیائے اسلام مین مشکل سے اُس کی مثال پیدا کیجا سکتی ہی۔

یہ رسالہ انھین واقعات و مضامین کا مجموعہ ہے جو عام اطلاع و واقفیت کی غرض خاص سے مرتب کیا گیا ہے امید کہ بالغ نظران قوم و ملت اس مختصرۂ حاضرہ کو بھی اپنی قبولیت و پسندیدگی کے اعزاز و امتیاز سے سرفراز فرمائین گے۔

المؤلف الاحقر

کوآتھ ضلع آرہ

شریف العمارت

سیّد اولاد حیدر عفی عنہ

اگست ۱۹۳۲ء
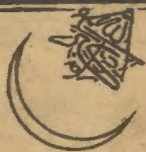
جعفر الطیار المدعو بہ ذو الجناحین

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ الطیبین الطاہرین المعصومین

اسم مبارک جعفر لقب مظہر الطیار۔ ذو الجناحین ہے۔ حضرت ابی طالب کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ اس تفصیل سے کہ باتفاق جمہور حضرت ابیطالب کے چار صاحبزادے مشہور ہین۔ سب سے بڑے۔ طالب جن کے نام سے عرب کے قدیم قاعدہ کنیت کے موافق عمران کے عوض باپ کا نام ابیطالب مشہور ہوا۔ دوسرے عقیل تیسرے جعفر چوتھے اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہم السلام۔

ان چارون بزرگوارون کے سن ولادت کی تعیین مشکل ہے اس لیے کہ سوائے حضرت علیؑ کے اور کسی بزرگ کا سال ولادت معلوم نہین ہوتا۔ مگر ایک قول مشہور سے اتنا تحقیق ہوتا ہے کہ ان چارون بزرگوارون کی عمرون مین دس دس برس کی تفاوت واقع تھی۔ اسی بناپر اکمال فی اسماء الرجال مین صاحب مشکواۃ نے حضرت علیؑ اور حضرت جعفرؑ کے درمیان مین دس برس کی تفاوت سن لکھکر بتلائی ہے۔

حضرت جعفرؑ کی ولادت اس حساب سے ۲۰ سنہ عام الفیل مین تحقیق ہوتی ہے۔ ولادت سے

لیکن بچپن تک کے حالات کسی کتاب سے معلوم نہیں ہوتے - یہ بالکل صحیح ہے کہ جناب جعفرؑ نے اپنے والد ماجد حضرت ابیطالب کے سایۂ عاطفت مین پرورش پائی - اور شرفائے مکہ کے تمدّن اور اصول معاشرت کے مطابق عموماً اور بنو ہاشم کی خاندانی تہذیب و اخلاق کے اصول امتیازی کے موافق - خصوصاً اطوار کی پاکیزگی - اخلاق کی درستی - عادات کی اصلاح - خیالات وجذبات کی صفائی کی تعلیم وتربیت حاصل فرمائی - اس زمانہ مین - حضرت جعفرؑ کی بڑی خوش قسمتی تو یہ تھی کہ انھین کے گھر مین آفتاب رسالت و ارشاد اُن دنون ضیاگستری کے لیے تیار تھا -

رسول اللہ کی قدیم رفاقت

یہی وہ مبارک زمانہ تھا کہ حضرت ابیطالب خوف کفّار اور جناب رسولخدا صلعم کی حفاظت جان کی غرض خاص سے رات کے وقت آنحضرت صلعم کو آپ کے بستر استراحت سے اُٹھا کر اپنے پہلو مین سُلا لیتے تھے - اور اپنے بیٹون مین سے کسی کو کبھی عقیل کو کبھی جعفرؑ کو اور کبھی علیؑ کو آپ کے مقام پر سُلا دیتے تھے - اس لیے کہ اگر اتفاق دشمن اپنے کافرانہ اور خونخوارانہ حملہ مین کامیاب بھی ہوتے تو زیادہ سے زیادہ ان کے لڑکون مین سے کسی ایک کی جان جاتی لیکن شہنشاہ رسالت کی عدیم المثال اور بیش بہا جان بال بال بچ جاتی - چنانچہ اسلام کے تمام مورخین و محدثین نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابیطالب کی غایت محبّت و شفقت اور کمال ایثار کے ثبوت مین لکھا ہے علاّمہ علی ابن برہان الدین شافعی انسان العیون مین لکھتے ہین -

وکان ابوطالب فی کل لیلۃ یامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یاتی فراشہ ویضطجع مکانہ فاذا نام الناس اقامہ وامر احد بنیہ او غیرھم من اخوانہ وابن عمہ ان یضطجع مکانہ خوفا علیہ	حضرت ابیطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر رات اپنے بستر پر لیٹنے کو کہتے تھے اور جب سب لوگ سو جاتے تو آپ کو وہان سے اُٹھا کر اپنے کسی بیٹے یا بھائی یا ابن عم کو آپ کے بستر پر اس خوف سے سلا دیتے تھے کہ مبادا لوگ آپ کے ساتھ بغاوت کا ارادہ

ان بجیالہ احد ممن یرید بہ السّوٓء . رکھتے ہین آپ کو کوئی تکلیف نہ پہونچا سکین۔

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت جعفر طیارؑ کو صغر سنی ہی سے فرش رسولؐ پر آرام کرنے کا شرف واعزاز برابر حاصل ہوا کرتا تھا اور آپ ہی پر منحصر نہین - جیسا کہ ہم اوپر لکھ بھی آئے ہین آپکے اس اعزاز و امتیاز خاص مین باری باری سے آپ کے تینون بھائی اور قریب قریب تمام بنی عبد مطلب شامل تھے - افسوس کہ اتنی قدیم رفاقت قدیم صحبت قدیم یکجائی دیکجہتی کے تاریخی مشاہدہ کی موجودگی مین بھی تبلی صاحب بنوہاشم یا بنی عبد المطلب مین سے کسی ایک کو بھی آنحضرت صلعم کے احباب خاص مین داخل کرنا پسند نہین کرتے - جیسا کہ اسوۃ الرسول جلد دوم مین منقدانہ تفصیل کے ساتھ لکھکر بتلا دیا گیا ہے -

ہر شخص کو علوم ہے کہ حضرت عبد المطلب کی وفات کے بعد - اُن کی وصیت کے موافق جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابیطالب کے دامان تربیت مین پرورش پارہے تھے - حضرت جعفرؑ پر موقوف نہین خاندان ہاشم کے تمام افراد کو اسیوقت سے آنحضرتؐ کے فیوض ہدایت و ارشاد سے بہرہ اندوزی کا پورا موقع حاصل تھا اور ہر سعادتمند اپنے امکان ومقدار کے اعتبار سے شہنشاہ رسالت کی خلوت - جلوت - صحبت و رفاقت اور مکالمت ومجالست کے فیوض سے برابر مستفیض ہوتا تھا -

آنحضرت صلعم اور حضرت ابیطالب کی اعانت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن پچیس برس کا ہو گیا اور حضرت صدیقۂ کبریٰ خدیجۃ الطاہرہ سلام اللہ علیہا زینت افروز مشکوے رسالت ہو چکین تو شہنشاہ رسالت نے اپنے عم محترم حضرت ابیطالب کی کثیر العیالی اور تنگ حالی مین اپنے شفیق اور محسن عم بزرگوار کی بخوش عنوانی حمایت واعانت فرمانی چاہی ابن ہشام اس واقعہ کو مفصلہ ذیل عبارت مین لکھتے ہین -

وکان ابوطالبؑ ذا عیال کثیر فقال رسول اللہ صلعم للعباس عمہ وکان — حضرت ابیطالب کثیر الاولاد تھے - اس بنا پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس سے

اليه بني هاشم يا عباس ان اخاك
كثير العيال وقد اصاب الناس ما ترى
من هذه الازمة فانطلق بنا اليه فلنخفف
عنه من عياله آخذ من بنيه رجلا و
تاخذ انت رجلا فنكفهما عنه فقال
عباس نعم فانطلقا حتى اتيا ابي طالب
فقالا انا نريد ان نخفف عنك من عيالك
حتى ينكشف عن الناس ما هم فيه
فقال لهما اذا تركتما لي عقيلا فاصنعا
ما شئتما قال بن هشام ويقال عقيلا
وطالبا فاخذ رسول الله صلعم عليا
فضمه اليه واخذ العباس جعفرا
فضمه اليه فلم يزل علي مع رسول الله
صلعم حتى بعثه الله تبارك وتعالى
نبيا فاتبعه علي رضي الله عنه وامن
به وصدقه ولم يزل جعفر عند العباس
حتى اسلم واستغنى (ص ٨٥ مصر)

جو اُسوقت تمام قبیلہ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ فارغ البال
اور خوشحال تھے۔ ارشاد فرمایا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ ابیطالب
آپ کے بھائی کثیر العیال ہیں اور اسوجہ سے تنگ حال ہیں
ہم لوگون کے لیے مناسب ہے کہ اُن کی عیالداری کے
بار کو ہلکا کردین۔ اس طرح سے کہ اُن کے بیٹون میں سے
ایک بیٹے کو ہم اپنے ذمہ لے لین۔ حضرت عباس نے اس تجویز
کو منظور کرلیا۔ یہ دونون حضرات حضرت ابیطالب کے پاس
تشریف لائے اور اپنی مشورت سے اُن کو مطلع فرمایا۔ یہ سنکر
ابیطالب نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو۔ ابن ہشام
کہتے ہین کہ عقیل اور طالب دونون کا نام لیا تھا اور باقی
بچون کے لیے جو آپ دونون صاحب چاہین انتظام کرلین
یہ سنکر جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ
کو لیکر اپنے عیال مین ملالیا اور پھر اُسوقت تک کہ جناب رسولخدا
صلعم درجۂ نبوت پر فائز نہولیے اور حضرت علی مرتضیٰ نے
آپ کی تصدیق نہ فرمائی اور آپ پر ایمان نہ لائے۔ آپ سے جدا
نہوئے (یعنی اپنی خانہ داری علیحدہ نہ کی) اسیطرح جعفر
کو لیکر حضرت عباس نے اپنے عیال مین شامل کرلیا اور
حضرت جعفر بھی اُسوقت تک کہ آنحضرت صلعم پر ایمان نہ لائے اور اپنی معیشت کے کاروبار خود نہ کرسکے حضرت عباس سے
جدا نہوئے۔

حضرت جعفر کی سابقت فی الاسلام

جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت جعفر کی ایام طفولیت ہی سے ہمہ دم وہمہ وقت کی رفاقت اوپر بیان ہوچکی ہے اور کیونکر نہ ہوتی

مقام ایک - جگہ ایک - گھر ایک - آنگن ایک - گھر کا مربی اور سرپرست ایک - ایسی یکجائی اور یکجہتی کی شبانہ روز صحبت و رفاقت نے اور شہنشاہ رسالت کے ارشاد و ہدایت اور اخلاق و اشفاق نے یقیناً جناب جعفرؓ کے قلب مین اپنا پورا اثر پہونچایا تھا - اور یہ رسالت کے روحانی - اخلاقی اور تعلیمی فیوض سے بالکل لبریز تھے - اسلامی واقعہ نگاران نے نہین معلوم بنی ہاشم کے تفصیلی حالات سے کس خطا و قصور پر کوتاہ قلمی اختیار کی ہے کہ معمولی سے معمولی مسلمان عرب کے تمام حالات و واقعات تو اُن کی چھوٹی بڑی سب کتابون مین بھرے پڑے ہین مگر جب ایک متلاشی اور متحقق خاندان ہاشم اور عبد المطلب کے معزز و ممتاز فرد خاص کے حالات و واقعات معلوم کرنا چاہے تو باستثنائے حضرت حمزہ اور حضرت علی علیہما السلام کے کسی اور بزرگ کے کوئی ابتدائی حالات معلوم نہین ہو سکتے - اس کی وجہ بنی ہاشم سے اُن کی بے سروکاری ہے جسکو ہم کافی تفصیل کے ساتھ مجلدات اسوۃ الرسولؐ مین دکھلا چکے ہین -

لطیف ترین تو یہ ہے کہ عام طور سے حضرت جعفر کے سابق الاسلام اور قدیم الایمان ہونے کا اقرار تو سب کو ہے - لیکن کسی صاحب کو آپ کی سابق الاسلامی اور قدیم الایمانی کا سن و سال یاد ہے اور نہ وقت و زمانہ - حضرت جعفرؓ پر موقوف نہین - نہ ابو عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کے ایسے شہید اول اور خالص جان نثار اور نہ آپ کے بھائی ابوسفیان بن حارث کے ایسے شجاع و مجاہد اسلام اور نہ مصعب ابن عمیر ہاشمی کے ایسے اول معلم اسلام کے شرف باسلام ہونے کے حالات کہین مرقوم پائے جاتے ہیں -

خاندان ہاشم سے ان کی بے تعلقی ان کے حالات کے استخفاف کا باعث ہے - جب سرے سے شواہد ہی موجود نہ ہون تو کسی واقعہ کا زمانہ وقوع معلوم کرنا ایک سیرت نگار کے لیے کتنا دشوار ہے - سوائے اس کے کہ واقعات قرب و پیش کے زمانہ معین سے اس کی قدامت اور وقت وقوع کی تحقیق کیجائے اور چارہ کار ہی کیا ہے - جوئندہ یابندہ آخرکار حقیقت حال معلوم ہی ہو گئی اور پھر ایسی کہ مشکل سے سوائے ان کے بھائی حضرت علیؑ

سے کوئی دوسرا حضرت جعفرؑ کے مقابلہ مین سابق الاسلام ثابت ہوتا ہے - کیونکہ بعثت سے تھوڑے ہی دنوں بعد کا یہ واقعہ تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر ص ۳۴ اور سرور المحزون شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مین مرقوم ہے - جس کا اُردو ترجمہ مفصلہ ذیل عبارت مین پیش کیا جاتا ہے -

ایک دن حضرت ابیطالب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے گئے حضرت جعفرؑ بھی ساتھ تھے - دیکھا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ باہم نماز پڑھ رہے ہین یہ دیکھکر حضرت ابیطالب نے جعفرؑ سے فرمایا کیا تم نہین دیکھتے کہ تمھارے بھائی حضرت رسولخدا کا ایک پہلو خالی ہے - علیؑ تمھارے بھائی ایک طرف کھڑے ہین تم اُن کی دوسری جانب کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو - حضرت جعفرؑ نے فوراً تعمیل حکم کی -

حضرت جعفرؑ کے ذو الجناحین ہونے کی بشارت

اسی واقعہ کو ایک قیمتی اضافہ کے ساتھ امام محمد بن عبید اللہ خطیب بن محمد الملقب بہ شیخ ولی الدین صاحب مشکوٰۃ شریف اپنی کتاب الکمال فی اسماء الرجال مین مفصلہ ذیل عبارت کے ساتھ تحریر کرتے ہین -

حضرت علیؑ کہتے ہین کہ ایک روز ہم جناب رسول خدا صلعم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے مین ابوطالب آئے - حضرت نے اُن کو دیکھکر فرمایا کہ اے چچا تم کیون نہین اُترکر[۱] ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہو - اُنھون نے کہا اے میرے بھتیجے مین جانتا ہون کہ تم حق پر ہو - مگر مین یہ اچھا نہین سمجھتا کہ مین تو سجدہ کرون اور لوگ میری ہنسی اُڑائین اور بے حرمتی کرین (پھر جعفر سے مخاطب ہو کر کہا) اے جعفرؑ تم جا کر اپنے بھائی کے بازو سے ملکر نماز پڑھو - چنانچہ حضرت جعفرؑ نے حضرت صلعم کے بائین طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو آپ نے حضرت جعفر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ تم نے جو رسولؐ کے بازو سے ملکر نماز پڑھی تو اُس کے صلہ مین خدا جنت مین دو پر دیگا

[۱] اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز بحالت خفا کسی درہ کوہ مین بخوف کفار پڑھی جاتی تھی اور حضرت ابیطالب کسی بلند مقام پر اُسوقت کھڑے تھے اسی لیے تو اُترکر چلے آنے کا حکم ہوا - آنحضرت صلعم کس زمانہ مین پوشیدہ نماز پڑھا کرتے تھے - اسی سے اس واقعہ کی قدامت اور رنجِ کار نماز کی قدیم الاسلامی ثابت ہو جاتی ہے - المؤلف احقر اولاد حیدر عفی عنہ

بازو دے گا جن سے تم جہاں جا ہو گے اُڑتے پھرو گے - اکمال فی اسماء الرجال (اُردو ترجمہ) مطبوعہ کرزن پریس دہلی ص ۲۲

ان واقعات سے حضرت جعفرؑ کی قدامت اسلامی کا پورا اندازہ کیا جا سکتا ہے اسلیے حضرت جعفرؑ کا اسلام کبھی اُن سابق الاسلام حضرات سے پیچھے نہیں ٹھہرایا جا سکتا جن کی سبقت اسلامی تو پیچھے پہلے اولیت اسلام کے خواہ مخواہ دعوون سے دفتر کے دفتر سیاہ کرڈالے گئے ہین - اور آخرین اولیت تو کجا اُن کی سبقت اسلام بھی پچاس مسلمانون کے بعد ثابت ہوتی ہے -

اسماء الرجال میں صاحب مشکوٰۃ نے بڑی احتیاط قلمی کے ساتھ اسلام لانے والوں میں حضرت جعفرؑ کا اکتیسواں (۳۱) نمبر قائم کیا ہے اور سند کوئی نہیں۔ تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جس بزرگ کو آپ اتنا قدیم نماز پڑھنے والا بتلا رہے ہین - پھر اُسی کو آپ اتنا پیچھے اسلام لانے والا ٹھہرا رہے ہیں - نہیں معلوم کہ صاحب مشکوٰۃ نے اپنے اس دعوے کو کس دلیل پر قائم کیا ہے - کیا رسول اللہ صلعم کے ساتھ کسی شخص کا نماز پڑھنا اُس کے مسلمان ہونے کی دلیل اور اُس کے مومن ہونے کا ثبوت نہین ہو سکتا؟ اگر بفرض محال ہم تھوڑی دیر کے لیے رسول کے ساتھ ہمراہی نماز کو دلیل اسلام نہ مان لیں بلکہ آپ ہی کے اس مختار کو تسلیم کرلیں کہ حضرت جعفرؑ اکتیسوین (۳۱) نمبر کے مسلمان تھے - تاہم حضرت ابوبکر سے حضرت جعفرؑ کا اسلام سابق معلوم ہوتا ہے کیونکہ امام المؤرخین طبری کی اُس روایت سے جس کو اُنھون نے محمد بن سعید کی اسناد سے نقل کیا ہے - حضرت ابوبکر کا اسلام پچاس آدمیون کے بعد ثابت ہوتا ہے تو اس اعتبار و شمار سے بھی قبول کنندگان اسلام کی فہرست مین حضرت جعفرؑ حضرت ابوبکر سے بتدریان اسلام مین اُنیس نمبر آگے بڑھ جاتے ہین -

اس واقعہ کا زمانہ بلحاظ قدامت اتنا قدیم معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت تک جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان نماز فرمانے اور ظاہر طور پر بخوف جان سب کے سامنے ارکان نماز

ادا کرنے کے منجانب اللہ ماذون نہین ہوئے تھے۔ اسی باعث سے۔ جیسا کہ بالاتفاق تاریخ و سیر کی کتابون سے ثابت ہے آنحضرت صلعم کفار قریش کی مخالفت اور مشرکین مکہ کی شقاوت کے خوف سے پہاڑون مین۔ پہاڑون کے غارون مین۔ گھنے جنگلون مین سنسان میدانون مین جا کر نماز پڑھا کرتے تھے اُسوقت سواے حضرت علیؑ مرتضیٰ کے کوئی دوسرا آپ کا رفیق و شریک نہین معلوم ہوتا تھا۔ نہ معلوم اُسوقت زید بن حارثہ یا اور کوئی بزرگ جن کی سبقت اور اولیت اسلام ثابت کرنے کے لیے دفتر کے دفتر سیاہ کیے جاتے ہین کیون پیچھے رہجاتے تھے۔ اور کیون اپنے رسولؐ کے ساتھ نماز ادا نہ فرماتے تھے۔ یا خود جناب رسولخدا صلعم اپنے ان رفیقان قدیم اور اپنے احباب خاص کو اپنے ہمراہ اداے نماز کے لیے کیون نہ لے لیا کرتے تھے؟

ان تمام سوالات کے جواب یہ ہین کہ واقعہ کی حقیقت تو یہ ہے کہ اُسوقت تک سواے حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کے نہ کوئی اسلام لایا تھا اور نہ کوئی ایمان اگر لائے ہوتے تو ضرور رسول اللہ صلعم کے ساتھ شریک نماز ہوتے۔ اور اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لیا جاے کہ سواے حضرت علیؑ کے اور لوگ بھی اسلام لا چکے تھے۔ تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ حضرات اُسوقت تک حدود اسلامی کے ابتدائی منازل تک پہونچے تھے۔ اور معارف ایمان کے مراتب تک نہین فائز ہوئے تھے۔ نماز کی ادا اور رسولؐ کی اقتدا تک سے واقف نہ تھے۔ اس بنا پر اُن کا رسول صلعم کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہونا مستبعد نہین ہوسکتا۔ دوسرے یہ کہ مدبران قدرت نے رسالت اور اُس کے تمام فرائض وارکان کے اعلان پر اُسوقت جناب رسول خدا صلعم کی حفاظت جان کی مصلحت خاص کو ترجیح دی تھی۔ اس لیے اپنے رسول برحقؐ کو نماز بالاعلان کا حکم دیا تھا اور نہ علانیہ تلاوت قرآن کا غرضکہ اُسوقت سے لیکر ایک مدت خاص تک جبتک اہل اسلام اور ارباب ایمان کی

ایک معتدبہ جماعت وقت ضرورت رسول اللہ صلعم کی اعانت وحمایت کے لیے طیار نہ ہولی
رسالت کی ہدایت وارشاد کے تمام نظام اور تعلیم وتبلیغ اسلام کے تمام ارکان صیغہ راز مین
رکھے گئے۔اور مخفی طور پر انکی ادا کیے جانے کی تاکید فرمائی گئی تھی اس بنا پر اگر کچھ اور لوگون کا
اُسی وقت اسلام الانا تسلیم بھی کرلیا جائے تاہم اُن کے محض مبتدی اسلام ہونے کے باعث
وہ باعتبار کمال ایمان کے اتنے معتبر نہیں تھے کہ منصب رسالت کے نظام راز مین رفیق
وشریک بنائے جائین۔اس سبب خاص سے جناب رسولخدا صلعم نے ان حضرات کو ہوقت
نماز مین اپنا شریک نہ بنایا اور اپنی ایسی تنہائی کے عالم مین بھی تنہا اُسی نفس قدسی برکت کو
اپنا شریک ورفیق۔دمساز وہمراز بنایا۔جو عین نفس رسولؐ تھا۔جس کی فطرت صالحہ مین
ایمان واسلام کامل کی دونون نعمتین بیک بار ودیعت فرمائی گئی، تھین۔

حضرت جعفرؓ کی ذاتی عظمت ومنزلت۔آپ کے اسلام وایمان کی کامل صداقت اور
خدا ورسولؐ کے آگے آپ کے اقتدار واعتبار کی اس سے صحیح اور مستند ترین مثالین اور کیا
پیش کیجا سکتی ہین کہ رسالت کے ایسے عالم راز مین بھی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ
وسلم کے عملی ہمراز بنالیے گئے۔اور پایۂ اعزاز وامتیاز مین نفس رسولؐ کے پہلو بہ پہلو کھڑے
کرد الیے گئے۔قرائن بتلا رہے ہین اور مشاہد تاریخی صاف صاف دکھلا رہے ہین کہ اُسوقت
تک جناب رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھنے والا اور فرائض الٰہی مین عملی طریقہ سے
رسولؐ کی اقتدا کرنے والا تمام دنیا مین سوا ے ان دونون بھائیون علیؑ وجعفرؓ کے کوئی دوسرا
خوش قسمت نہین تھا۔کتابون مین کوئی تفصیل ہو تو صحیح طور سے معلوم ہو سکے کہ بعثت
کے کئے دنون بعد یہ واقعہ پیش آیا۔جب کوئی شاہد تاریخی اس کے وقوع کا کوئی خاص زمانہ
اور وقت نہیں تعین کرتا تو لامحالہ قرائن حالات سے مدد لینی ہوگی اور ماحول واقعات سے
چارہ جوئی کرنی ہوگی۔قرائن وماحول واقعات دونون اس کو بعثت سے بہت ہی قرب کا
واقعہ بتلاتے ہین اس لیئے کہ زید بن حارثہ گھر کے غلام کی مسابقت اسلام جو حضرت علی علیہ السلام

کے اسلام لانے سے یقیناً بعد میں واقع ہوئی - بالکل قرین عقل وقیاس ثابت ہوتی ہے - اسی بنا پر اکثر ان محدثین و مورخین اسلام نے حضرت علیؑ کے بعد زید کے اسلام لانے کو اپنا مختار قرار دیا ہے اور محققین کا بھی علی الاکثر اسی پر اتفاق ہو چکا ہے تو دیکھنا چاہیے کہ باوجودیکہ زید گھر کے قدیم اور معتمد غلام تھے - اسلام سے مشرف بھی ہو چکے تھے مگر تاہم وہ اسوقت تک رسالتؐ کے نظام عملی میں ہمراز نہ بنائے گئے - اور معترکت نماز کے لیے گھر سے یہانتک ہمراہ نہ لائے گئے - لیکن جناب جعفرؑ بلا طلب خود آگئے تو بلا عذر جماعت نماز میں فوراً شریک بنا لیے گئے - اسی سے جناب جعفرؑ کے ذاتی اعزاز اور زید کے ساتھ آپ کے امتیاز خاص سمجھ لیے جائیں گے - بہرحال - اس میں اب کوئی کلام باقی نہیں رہا کہ بعثت کے چند ہی دنوں کے بعد حضرت جعفرؑ مشرف باسلام ہوئے -

حضرت جعفر کی شادی اور معاشرت کی درستی

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرت جعفرؑ کی پرورش حضرت عباس سے متعلق ہوئی تھی حضرت عباس بنی ہاشم میں بڑے فروغ یافتہ تاجر تھے - چچا کی مربیانہ شفقت اور بھتیجے کی فطرتی قابلیت اور صلاحیت نے تجارت میں تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے آپ کو ہوشیار اور تجربہ کار بنا لیا اور اتنا کہ اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے جعفر اپنے پاؤں سے آپ کھڑے ہو سکیں اور امور معاشرت میں کسی دوسرے کی استمداد و اعانت کا سہارا نہ ڈھونڈھیں - حضرت عباس نے جب اپنے بھتیجے میں ان امور کی کامل صلاحیت اور قابلیت کا اندازہ کر لیا تو اپنے مربیانہ اور بزرگانہ شفقت کے تقاضائے خاص اور اپنے خاندانی اصول تمدن و معاشرت کے مطابق ان کے خانہ آبادی کی بھی فکر کی اور اسی فکر کے ساتھ ان کی خانہ داری کے سامان و اسباب کی درستی و ترکیب کی طرف بھی توجہ کی -

حضرت جعفر بھی بالغ ہو چکے تھے - صورت سیرت بھی پسندیدہ تھی - صلاحیت وقابلیت بھی کامل تھی - طور و اطوار بھی پاک و پاکیزہ تھے - اور ان کی ذات میں وہ تمام

اوصاف جمع ہو چکے تھے - جو شرفاے عرب کے ہونہار اور باعث افتخار فرزندان سعیدین ہونے چاہیئین - انھین محاسن کے اعتبار سے خاندان وقبیلہ کیا تمام شہر مکہ کے معزز ومقتدر لوگون کی نظر خصوصیت کے ساتھ حضرت جعفرؓ پر پڑا کرتی تھی اور ہر شخص کے دل مین آپ کی محبت وعزت جانشین ہو گئی تھی -

یہ کہنا مشکل ہے کہ حضرت جعفر کو اپنی شادی کا خیال نہین تھا - نہین ضرور تھا - اس لیے کہ ہندوستان کے تمدن سے عرب کے تمدن کا مقابلہ نہین کیا جا سکتا ہمارے ہان (ہندوستان کا) تمدن کامل بالغ اور پورے جوان ہونے پر بھی ہمارے نوجوانون کو بذات خاص اپنی خانہ آبادی کی فکر کرنے کی اجازت نہین دیتا اور یہ بار بھی والدین کے سر رکھا جاتا ہے - افسوس کہ موجودہ تہذیب وروشنی کے زمانہ مین بھی ابھی تک ہمارے نونہالان خاندان کو اپنے والدین کے ساتھ اتنے اظہار رعایت کی بھی توفیق نہین ہوتی ہے -

عرب کا قانون تمدن اس کے بالکل خلاف ہے - وہان لڑکا بالغ ہو کر آپ اپنی معاشرت کی درستی کا خیال پیدا کرتا ہے اور اُس کے اسباب کی فراہمی کا سامان مہیا کرتا ہے - اپنی خانہ آبادی کی آپ فکر کرتا ہے - والدین کی اجازت اور استصواب راے کی ضرورت ضرور ہوتی ہے اور خاص خاص ضرورتون مین حمایت ومعاونت کی بھی مگر ہمارے ہان کے ایسی نہین کہ جملہ ضرورتین غریب والدین ہی کو پوری کرنی پڑین گھر کی جائداد کیا گھر تک بیچ ڈالین مگر بیٹے کو پروان چڑھائین -

حضرت جعفر کی شادی کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمیس بن مالک نے جو شرفاے قریش مین اعزاز وامتیاز خاص رکھتے تھے - حضرت جعفرؓ کو اپنا خلعت دامادی عطا کرنے کی خود خواہش کی اور عرب کے اصول تمدن ومعاشرت کے موافق پہلے حضرت ابیطالب اور حضرت عباس سے اظہار خیالات کیے اُن کا استصواب راے حاصل کر کے حضرت جعفر کے پاس پیغام بھیجا - حضرت جعفرؓ کو چونکہ اپنے مصارف ذاتی سے اپنے

عم بزرگوار کی سبکدوشی کر دینی بہت جلد منظور تھی اس لیے عمیس ابن نعمان ابن مالک کے پیغام
مین کوئی عذر و کلام نہین کیا۔ نسبت منظور کر لی۔ بات قرار پا گئی۔ جانبین میں شادی کے
سامان ہوئے۔ تاریخ و وقت مقررہ پر حضرت جعفرؑ بزرگون اور عزیزون کے ساتھ عمیس ابن
نعمان ابن مالک کے گھر جا کر اُن کی صاحبزادی حضرت اسماء بنت عمیس کو اپنے گھر بیاہ لائے

عمیس ابن نعمان نے جس خصوصیت کی وجہ سے حضرت جعفرؑ کو اپنی دامادی کیلیے
پسند کیا تھا۔ وہ یہ تھی کہ ان کی بڑی صاحبزادی ام الفضل حضرت عباس کی بی بی تھین
اور جعفر کی پرورش اُنھین کے دامن عاطفت مین ہوئی تھی۔ ان سے بڑھکر جعفر کے صحیح
حالات و اوصاف کا جاننے والا کون دوسرا ہو سکتا ہے اور اس میں بھی کوئی کلام نہین کہ
ام الفضل ہی اس نسبت کی تحریک کرنے والی تھین۔ حقیقت مین عمیس کی چارون صاحبزادیان
عرب کی بہت بڑی خوش قسمت۔ صاحب عفت اور ذی معرفت بیبیان گزری ہین۔
جن مین پہلی یہی ام الفضل تھین۔ جو حضرت عباس کی بی بی تھین۔ دوسری میمونہ۔
جو شوہر اوّل کے بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرف زوجیت پر فائز ہوئین
تیسری اسماء جو حضرت جعفرؑ سے بیاہی گئین۔ چوتھی سلمیٰ جو ابو رافع صحابی کے عقد مین آئین
جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر یہی قابلہ مقرر ہوئی تھین۔ اور جناب سیدہ
سلام اللہ علیہا کے غسل و تجہیز و تکفین مین اپنی بہن حضرت اسماء کی شریک تھین۔

شغلۂ تجارت شادی کے بعد حضرت جعفرؑ کو اپنی خانہ داری کی فکر دامنگیر ہوئی۔ جو ایک غیور
صاحب شعور اور ذی ہمت جوان کے فرائض مین داخل ہے۔ خدا کے فضل سے تجارت مین
قابلیت اور تجربہ پہلے ہی سے حاصل تھا۔ اور انسان کی معیشت اور سامان معاشرت
کی فراہمی اور درستی مین یہی دونون چیزین زیادہ ضرور ہوتی ہین۔ اس لیے حضرت جعفرؑ
کو ان اسباب کی فراہمی مین کچھ عرصہ نہ لگا۔ اور شادی کے تھوڑے ہی دنون کے بعد آپنے
اپنے عم بزرگوار حضرت عباس ابن عبد المطلب کو اپنے مصارف کے بار سے سبکدوش کر دیا۔

عرب کے تمدّن کے موافق اور ہندوستان کے تمدّن کے مخالف حضرت عباس کو اس جدائی اور تفریق سے نہ کوئی ملال ہوا اور نہ شکایت - بلکہ غایت درجہ کی مسرت حاصل ہوئی اور فرحت اس لیے کہ اُنھون نے سمجھ لیا کہ اُن کا ہونہار اور لائق کار بھتیجا ہر طریقہ اور ہر سلیقہ سے ہوشیار ہوکر اپنی ضروریات زندگی فراہم کرنے کے لیے آپ آمادہ اور تیار ہوگیا - جو ہر مُربّی و سرپرست اور والدین کی اصلی تمناے دلی ہوا کرتی ہے - اس اصول تمدّن کی بنا پر حضرت عباس کے نزدیک حضرت جعفرؓ کی یہ تفریق اُن کی بہت بڑی قلبی مسرّت کا باعث ہوئی بلکہ اُسی وقت سے اپنے بھتیجے کی ہمت اور عزم و استقلال دیکھکر خیرخواہ اور شفیق چچا کی نگاہ مین اُس کی عزت اور قدر و منزلت پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی - حضرت جعفرؓ چند دنون کے بعد اپنے عیال کے ساتھ اپنے پدر بزرگوار حضرت ابیطالب کے گھر اُٹھ آئے - اور فارغ البال اور مطمئن الحال ہوکر اپنے مصارف معیشت کے آپ ذمہ دار بنے رہے -

یہان پر یہ لکھکر بھی بتا دینا ضروری ہے کہ حضرت ابیطالب کے چار صاحبزادون مین سے طالبؑ - جعفرؓ اور حضرت علیؑ تین بیٹون کی طرف سے تو حضرت ابیطالب بالکل مطمئن اور بے فکر تھے - صرف عقیل کی کفالت اُن کے ذمہ تھی - اور مادام الحیات آپ عقیل کے کفیل بنے رہے - اس لیے جیسا کہ بالاتفاق تمام مؤرخین کا مختار ہے کہ آپکو عقیل کے ساتھ غایت درجہ کی محبّت تھی - اور کسی حالت مین آپ اُن کی مفارقت کو پسند نہین کرتے تھے -

> عقیل کے ساتھ طالب کے رکھ لینے کا سوال ابیطالب نے نہین کیا تھا

اصل مؤرخ موسیٰ بن اسحاق کے قول سے تو حضرت ابیطالب کا صرف عقیل کو اپنے پاس رکھ لینے کی درخواست جناب رسولخدا صلعم سے کرنا معلوم ہوتا ہے - مگر خاص ابن ہشام کی تحقیق سے یہ پایا جاتا ہے کہ آپ نے عقیل کے نام کے ساتھ طالب کا نام بھی لیا تھا - حالانکہ واقعات اس کے مخالف ہین - کیونکہ واقعہ تو یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عباس

ابن عبدالمطلب کو حضرت ابیطالب کی اُن کی عسرت و تنگدستی مین دستگیری اور سبکدوشی مقصود تھی - تو اس حالت مین جب دو چھوٹے چھوٹے بچون کا خرچ اُن کے سر سے صرف اُٹھا لیا گیا اور دو بڑے اور قریب بلوغ پہونچے ہوئے لڑکون کا بار اُن کے سر ویسا کا ویسا ہی چھوڑ دیا گیا - تو اُن کی سبکدوشی اور فارغ البالی کہان ہوئی - اُن کی گرانباری اور باربرداری کی تضعیف البتہ ہو گئی - حالانکہ اخلاق نبوت کا یہ منشا نہین تھا - مدعا تو یہ تھا کہ آپ اپنے عم بزرگوار کو اُنکی موجودہ پیرانہ سالی اور تنگ حالی مین بالکل فارغ و سبکدوش فرماکر اُن کو آرام و اطمینان سے زندگی بسر کرنے کے لیے چھوڑ دین - اسی لیے حضرت ابیطالب نے جعفر اور حضرت علی علیہ السلام کے لیجانے کے لیے اجازت دیدی - مگر صرف عقیل کو اپنی شفقت و محبت خاص ہونے کی وجہ سے اپنے پاس رکھ لیا - جیسا کہ جمہور اہل تاریخ و سیر کا متفقہ مختار ہے -

آنحضرت صلعم نے بھی حقیقت حال اور چچا کے جذبات محبت کے خیال سے عقیل کی حوالگی پر زیادہ اصرار نہ فرمایا - بلکہ اُن کی تنہائی اور پیرانہ سالی کی بے دست و پائی پر نظر کر کے عقیل کو اُن کے پاس چھوڑ دیا - سوائے ابن ہشام کے - طبری - ابن اثیر - ابوالفداء - تاریخ خمیس کسی صاحب تاریخ و سیر کی تصنیف مین عقیل کے ساتھ طالب کے نام لیے جانیکا ذکر نہین ہے -

ابن ہشام کی ضرورت

ابن ہشام کو طالب کے شمول نام مین جو ضرورت واقع ہوئی ہے - وہ صرف شمار فرزندان ابیطالب کے خیال سے پیدا ہوئی ہے - اس قدیم عربی مورخ نے اس تقسیم مین ابیطالب کی اولاد کی تعداد صحیح بتلا دینے کی احتیاط کے خیال سے عقیل کے نام کے ساتھ طالب کا نام لینا بھی اس لیے مصلحت سمجھا ہے کہ کتاب کے پڑھنے والون کو تفصیل سے معلوم ہو کہ حضرت ابیطالب کے چار بیٹون مین سے - دو بیٹے لے لیے گئے - اور دو بیٹے باپ کے پاس چھوڑ دیے گئے -

طالب ابن ابیطالب

بظاہر تو اس صفائی مین کوئی برائی نہین - لیکن اس سے جو خلاف واقعہ غلط فہمی ہوتی ہے وہ ناظرین کتاب و نیز محققین واقعہ کو حقیقت حال کے دریافت سے کوسون دور رکھتی ہے - اور وہ یہ ہے کہ طالب جو فرزندان ابیطالب مین اولاد اکبر تھے اس تقسیم سے پہلے ہی اپنے والد بزرگوار کو اپنے مصارف کے بار سے سبکدوش کر چکے تھے اگرچہ اس بزرگ کے حالات زیادہ تر لامعلوم خیال کیے جاتے ہین - لیکن تاہم معدوم قرار دیے جانے کے قابل نہین - اس مین کوئی کلام نہین کہ یہ بزرگ ہمیشہ سے آزاد مزاج تھے - اور ضرورت سے زیادہ گرفتار علائق اور پابند افکار ہونا نہین چاہتے تھے - اسی باعث سے آپ کی حیات کا زیادہ زمانہ خموشی کے عالم مین گزرا - محض آزاد مزاجی کی بنا پر آپ کو عیالداری تک کی ضروری زیرباری بھی گوارا نہین ہوئی اور اسیوجہ سے آپ نے ہمیشہ تاہل کے مقابلہ مین تجرد کو ترجیح دی - اور جتنے دن بھی دنیا مین رہے شادی نہین کی -

لیکن اور سب اوصاف ذاتی - غیرت - ہمت - شجاعت - دلیری - فیاضی شاعری اور سیر چشمی جو بنی ہاشم کے تمغاے شرافت اور معیار سیادت تھے - طالب کی طبیعت مین کامل جذبات کے ساتھ موجود تھے اور انھین اوصاف و محامد کے یہ جوانانہ اور دلیرانہ جذبات تھے کہ طالب نے مجرد اور ہمیشہ تنہا (بیکس بینی و گوش) ہونے کے بھی - جوان ہوتے ہی اپنی ذات واحد کے بار سے اپنے والد ماجد کو سبکدوش کر دیا - لیکن موجودہ آداب و تہذیب خاندانی کے موافق مادام الحیات باپ کا دامن عاطفت بھی نہ چھوڑا - اسی رفاقت و یکجائی کی بنا پر غالباً ابن ہشام نے حضرت ابیطالب کا عقیل کے ساتھ طالب کے رکھ لینے کی خواہش کرنا لکھدیا ہے - جو روایت و درایت دونون اعتبار سے قابل وثوق نہین -

اس مین کوئی کلام نہین کہ حضرت ابیطالب کے پاس دنیا کی دولت کچھ بھی نہین تھی - لیکن ایک حقیقت بین محقق کی نظر مین حضرت ابیطالب کے ایسے عالی ہمت باپ کو باعتبار قابلیت صلاحیت کے اولاد کی وہ عدیم المثال اور لازوال دولت مبدء قدرت کی طرف سے عنایت

ہوئی تھی کہ دنیا کے کارنامون مین ایسے خوش قسمت بزرگون کی شاذ و نادر مثالین ملتی ہین -
جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب - جناب جعفر الطیار - ذو الجناحین اور حضرت عقیل
کے ایسے مشہور و معروف نساب عرب سے معمورۂ عالم مین کس کو معرفت کلی حاصل نہین ہے،
ان حضرات کے اوصاف مشہورہ سے قطع نظر کر کے - جن لوگون نے طالب ابن ابی طالب کے حالات
کو غور سے پڑھا ہے وہ خوب جانتے ہین کہ حضرت ابی طالب کے اس سعادت مند فرزند نے
بھی - باوجود اپنی آزادانہ اور محض خموشانہ زندگی بسر کرنے کے بھی - غیرت ہمت - شجاعت
اور حمیت خاندانی قائم رکھنے کی وہ عدیم المثال - مثال قائم کی ہے کہ حقیقتاً سواے ان منیظیر
یادگار تمثیلی کے دنیا مین اس غیور بنی ہاشم کی کوئی دوسری یادگار باقی نہین ہے - حقیقت حال
اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ثابت کر رہی ہے کہ اس سے بہتر ان کی یادگار ہو بھی نہین سکتی تھی
واقعہ تمثیلی کی صورت تفصیلی یہ ہے - کہ جنگ بدر مین محض مجبوری اور مصلحت وقتی
کے لحاظ سے بنی ہاشم مین سے معدودے چند افراد نے مشرکین قریش کا ساتھ دیا تھا - وہ
حضرات یہ تھے - عباس ابن عبد المطلب - طالب ابن ابی طالب عقیل ابن ابیطالب
اور نوفل ابن حارث ابن عبد المطلب ان لوگون نے جن مجبوریون سے بظاہر قریش کا
ساتھ دیا تھا اور اس شرکت و رفاقت کی عین حالت مین بھی جو اُن کے قلوب - اُن کے
ارادے اور اُن کی نیّت کی کیفیت ہو رہی تھی - اُس کی تصدیق و توثیق خود زبان
رسالت کے اُس حکم سے ثابت ہے جو جانبین کے مقابلہ کے عین موقع پر مجاہدان اسلام
کو خاص طور پر دیا گیا تھا وہ یہ ہے -

قال لاصحابہ یومئذ انی قد عرفت ان	آپ نے تمام صحابہ کو اُس دن یہ حکم دے رکھا تھا کہ بنی ہاشم
رجالا من بنی ھاشم وغیرھم قد خرجوا کرھا	مین سے چند اور اُن کے ایسے اور دوسرے لوگ بھی قریش
لا حاجۃ لہم بقتالنا فمن لقی منکم احدا من بنی	کے دباؤ سے اُن کے ہمراہ آئے ہین - حقیقتاً اُن کا
ھاشم فلا یقتلہ ومن لقی ابا البختری بن ھشام	ارادہ ہم سے لڑنے کا نہین ہے - اس لیے اگر بنی ہاشم

بن حرب بن اسد فلا یقتلہ ومن لقی العباس
بن عبد المطلب عم رسول اللہ صلعم لم یقتلہ
فانہ انما اخرج مستکرھا

(ابن ہشام ۱۸)

مین سے کوئی شخص تمکو مل جائے تو تم اُسکو قتل نہ کرنا
اور جس شخص کو ابو البختری بن ہشام بن حرب بن اسد
مل جائے تو وہ بھی اُسکو نہ قتل کرے - اور جس کو
عباس ابن عبد المطلب (عم رسول اللہ صلعم) مل جائیں تو انکو
بھی نہ مارنا کیونکہ وہ کافرون کے ساتھ بکراہت آئے ہین۔

آپ کے اس حکم نے عموماً اور استثناے قتل بنی ہاشم نے خصوصاً بعض مجاہدین اسلام
کے قلوب مین آنحضرتؐ صلعم کی طرف سے جانبداری کے (نعوذ باللہ) شکوک پیدا کر دیے
چنانچہ ابو حذیفہ بن امیہ نے اُسیوقت علی الاعلان یہ تعریضانہ بیان شروع کر دیا۔

انقتل ابناءنا واخواننا وعشیرتنا ونترک
العباس واللہ لئن لقیتہ لالحمنہ السیف
قال فلما بلغت رسول اللہ صلعم فقال لعمر
بن الخطاب یا اباحفص اما تسمع الی قول ابی حذیفۃ
قال عمر واللہ انہ لاول یوم کنانی فیہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم بابی حفص ایضرب وجہ عم رسول
اللہ صلعم بالسیف فقال عمر یا رسول اللہ صلعم
دعنی فلاضرب عنقہ بالسیف فواللہ نافق
فکان ابو حذیفۃ یقول وما انا یا امن من
تلک الکلمۃ التی قلت یومئذ ولا ازال
منہا خائفا الا ان تکفرھا عنی الشہادۃ
فقتل فی الیمامۃ شہیداً

(طبری ۲۴ ۱۳ جرسنی)

کیا ہم اپنے بیٹون - بھائیون اور قبیلہ والون کو تو مار ڈالین
اور عباس کو چھوڑ دین - قسم بخدا اگر وہ مجھکو مل گئے
تو مین ضرور اپنی تلوار سے اُنپر حملہ کرون گا - جب
اُس کے کلام کی خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو آپ نے
حضرت عمر سے پکار کر کہا کہ اے اباحفص - ابو حذیفہ
کا قول سنتے ہو - حضرت عمر کا بیان ہے کہ یہ پہلا
دن تھا کہ آپ نے مجھکو میری کنّیت سے پکارا اور
کہا اے اباحفص کیا رسول اللہ صلعم کے چچا پر بھی
تلوار چلائی جائے گی - حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ
صلعم ابو حذیفہ نے کلمۂ نفاق کہا ہے مجھے حکم ہو
تو مین اپنی تلوار سے اوس کی گردن اُتار دون -
آنحضرت صلعم کچھ نہ بولے - ابو حذیفہ کا بیان ہے
کہ مین اپنی تمام عمر اس کلمہ کے کہنے سے توبہ وانابت

کرتا رہا اور خدا سے ہمیشہ اسکے کفارے مین طلب شہادت کرتا رہا یہان تک کہ جنگ یمامہ مین شہید ہوگیا۔

فطرت صالحہ اور عامہ مین فرق مابہ الامتیاز ہوتا ہے۔ معمول پسند طبیعتین ان باتون کو فوراً اخلاقی کمزوریون پر قیاس کرنے لگتی ہین۔ اُسوقت اُن کی غلط بین نگاہ اور غلط اندیش دل و دماغ مین اپنے مخاطب کی کوئی عظمت یا کوئی وقار باقی نہین رہتا۔ حالانکہ اگر وہ اُسوقت اپنے قیاس و وہم کو تھوڑی دیر تک ضبط مین لاکر سوچتے تو اُنھین صاف ظاہر ہوجاتا کہ اُن سے خطاب کرنے والا وہی بزرگ ہے جس کی صداقت پر اُنھین اعتبار کامل ہے۔ جس کی راستگوئی اور حقیقت بیانی اُن کے آگے یقینی ہین۔ اس بنا پر ایسے توہّمات و شکوک پیدا کرنا اُن کے واسطے سخت معصیت کا باعث ہے۔ جیسا کہ ابوحذیفہ کے حال سے ظاہر ہوتا ہے اور پھر انھین ابوحذیفہ بن امیہ نے اپنی آنکھون سے مشاہدہ بھی کرلیا کہ زبان رسالت سے جس امر کا اعلان فرمایا گیا تھا وہ بالکل حقیقت اور واقعیت سے پُر اور ملو تھا۔ چنانچہ خود کفار قریش نے بنی ہاشم کی ان مجبوریون کا خود اقرار کیا اور اپنے ساتھ اُن لوگون کا بکراہت تمام شریک جنگ ہونا تسلیم کرلیا بلکہ اُن کے انھین اقرار و اعترافات نے۔ مقابلہ طرفین سے تھوڑی دیر قبل اُن کی جمعیت مین تفریق اور اُن کے اتحاد مین اختلاف و فساد پیدا کردیا۔

اور اسی عالم خاص مین۔ طالب ابن ابی طالبؑ کو اپنے خلوص۔ غیرت۔ ہمت اور اپنے وقار خاندانی قائم رکھنے کا پورا موقع مل گیا۔ تفصیل حقیقت یہ ہے۔

جنگ بدر کے دن۔ آفتاب کے نکلتے ہی قریش بھی پہاڑ کے اس پار آگئے مسلمانون کی جانباز جماعت اُن کے آنے سے قبل اُن کے انتظار مین طیّار تھی۔ قریش اپنے غرور و نخوت مین ایسے مدہوش تھے کہ لشکر اسلامی کی نسبت ابھی اُن کو کسی قسم کی خبر و اطلاع نہین تھی۔ عُمیر ابن وہب جمحی ایک پھرتیلا اور جوان قریش گھوڑے پر سوار ہوکر بڑی پھرتی سے مسلمانون کی صفون کے قریب آیا اور گھوڑے کو ادھر سے اُدھر تک دوڑاتا ہوا پھر اپنے لشکر سے جاملا اور سرداران قریش سے لشکر اسلام کی حالت ابن ہشام کے ان الفاظ مین بیان کی۔

قد رائیت البلایا دتحمل لمنا یا نواضح
یثرب تحمل لموت الناقع قوم لیس منعۃ و
لاملجاء الا سیوفھم واللہ ما رای ان یقتل
رجل منہم فاذا اصابوا منکم اعدادھم فما خیر

مین اُن کی جماعت کو دیکھ آیا - اُن کے پاس مدینے کے لدنے اونٹ ہین - جن پر موت کا سم قاتل لدا ہے اُن کے پاس سوا اُن کی تلوارون کے اور کوئی بھی جانون کا محافظ اور نگہبان نہین ہے - خدا کی قسم (جرأت وہمت کے اعتبار سے) وہ ایسے لوگ ہین کہ اگر تم اُن کے ایک آدمی کو قتل کروگے تو وہ بھی ضرور تمھارے آدمی قتل کر ڈالین گے لیکن مین تم سے پوچھتا ہون کہ قرابت و یکجہتی کے لحاظ سے اگر تم باخود ہا لڑ کر کٹ بھی مرے تو پس ماندگان کو تمام عمر لطف زندگی نہین ملے گا - ابن ہشام جلد دوم مصر ص ۱۷ -

عمیر ابن وہب جمحی نے لشکر اسلام کی حقیقت جسقدر اپنے لشکر والون سے بیان کی صحیح اور فی الواقع تھی - یہ تو بالکل ظاہر بات ہے کہ آدمیون مین ہر قسم کے خیال و طبیعت کے لوگ ہوتے ہین - صلح پسند - جنگجو - تیز طبیعت - نرم مزاج - نیک نفس - بدطینت - تو پھر کیسے ممکن تھا کہ لشکر کفار کی اتنی بڑی جماعت و جمعیت ترکیب مزاج کے ان مخالف عناصر سے خالی ہوتی - اس بنا پر - صاف دل نرم مزاج - رئیس مکّہ - حکیم ابن حزام - عمیر ابن وہب کی اس تقریر سے بہت متاثر ہوا - اور اس مقابلہ و مقاتلہ کی حقیقت کو کماحقہ سمجھکر اپنی نیک نیتی اور انصاف پسندی کے ارادے سے جانبین مین مصالحت کرا دینے پر آمادہ ہو گیا -

یہ خیال کر کے سب سے پہلے حکیم ابن حزام - عتبہ ابن ربیعہ کے پاس جو تمام جمعیت قریش کا سیّد و سردار تھا - آیا اور کہنے لگا - عتبہ - اگر تم چاہو گے تو آج سے لیکر ہمیشہ تک نیکنامی آن واحد مین تمھین حاصل ہو جائے گی - اور وہ ایسی لازوال ہو گی کہ آیندہ کئی پشتون تک تمھاری یاد رہجائے گی - عتبہ بھی حکیم کے ایسے صلح پسند اور نرم مزاج تھا - کہنے لگا تم بتلاؤ اور ضرور بتاؤ حکیم کہنے لگے طرفین سے جس امر پر کشت و خون ہونے والا ہے اُس کی حقیقت تمھین خوب معلوم ہے - باپ بیٹے کا - بھائی بھائی کا سر کاٹ لینے کے لیے تیار ہے یہ بھی تم دیکھ رہے ہو کہ اتنے بڑے عظیم فتنہ و فساد کا اصلی سبب وہی حضرمی کا خون ہے اور

وہ اتفاق سے تمھارا حلیف ہے۔ ایسی صورت مین ایک دوسرے کی گردن کاٹنے سے بچنے کے لیے آسان ترکیب یہ ہے کہ تم اپنے حلیف حضرمی کا خون بہا اپنی طرف سے دیدو۔ قصہ ختم ہے عتبہ تھا نیکدل اور صاف مزاج۔ حکیم کی بات بھی تھی عدالت و انصاف سے بالکل لگتی ہوئی۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد عتبہ فوراً راضی ہوگیا۔

لیکن مشکل یہ آپڑی کہ ابوجہل کی مشورت اور رضامندی بغیر یہ امر ناممکن تھا۔ اس لیے عتبہ نے حکیم کو ابوجہل کے پاس بھیجا اور اُن کی معرفت اپنی رائے کہلا بھیجی۔ وہ عقل کا دشمن۔ اتحاد کا برہم زن ایسا کیا تھا کہ نفاق و فساد کی جا کبھی صلح و اتحاد کی تائید کرتا۔ حکیم سے عتبہ کا پیام سنتے ہی چراغ پا ہوگیا۔ اور عتبہ پر جُبن و بزدلی کے الزام لگانے لگا۔ اور سوء اتفاق سے اُسکو عتبہ ابن ربیعہ کے بدنام کرنے کا یہ ذریعہ بھی ہاتھ لگ گیا۔ کہ اُسکے بیٹے ابوحذیفہ پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے۔ اور مہاجرین اولین کے ہمراہ مدینہ آکر ساکن ہو چکے تھے اور اسوقت بھی لشکر اسلامی مین جانفروشی کے لیے سر بکف سامنے استادہ تھے اس بنا پر وہ صاف صاف لفظون مین کہنے لگا کہ عتبہ کی یہ ساری بزدلانہ ترکیبین اپنے بیٹے کی جان بچا لینے کے لیے ہین۔

حکیم اُس کے یہ مغویانہ کلمات سنکر اُس کے پاس سے فوراً واپس آئے۔ اس اثنا مین یہ خبر تمام جمعیت قریش مین پھیل گئی۔ جو لوگ نیک نیت اور انصاف پسند تھے۔ وہ عتبہ کی تجویز کے موافق اور ابوجہل کی رائے سے مخالف نکلے۔ اسی بنا پر بنی زہرہ اور اُنکا حلیف قبیلہ۔ دونون جماعت کے لوگ ایکبار لشکر قریش کا ساتھ چھوڑ کر اپنے مسکن و موطن کی طرف واپس گئے۔ ابن ہشام جلد دوم ص ۷۔ طبری ۱۳۰۷۔

اب لشکر قریش مین چارون طرف اختلاف رائے کا شور و ہنگامہ برپا تھا۔ انھین مکالمات اختلافی مین طالب ابن ابی طالب کے اظہار غایت غیرت و ہمت کا واقعہ بھی وقوع پذیر ہوا۔ جسکی تفصیل مین طبری اور ابن ہشام نے یہ الفاظ لکھے ہین۔

قدكان بين طالب بن ابيطالب و كان فى لقوم وبين بعض قريش محاورة فقالوا والله لقد عرفنا يابنى هاشم وان خرجتم معنا ان هواكم مع محمد فرجع طالب الى مكة فيمن رجع

طالب ابن ابی طالب جو اُسوقت تک لشکر قریش کے ہمراہ تھے اُن مین اور بعض قریش کے درمیان تکرار ہوگئی تو قریشیون نے کہا - قسم خدا کی - اے بنی ہاشم - ہم تم لوگون کو خوب پہچانتے ہین - تم ہمارے ساتھ نکلا کر تو نکل آئے ہو لیکن تمھاری تمنا ئین محمدؐ کے ساتھ ہین یہ سُنکر طالب اُسی وقت مکہ کی طرف واپس چلے گئے۔

بنی ہاشم کے اس غیرت مند جوان کو اس تعریض کی سننے کی تاب کہان - اسکی غیرت مندانہ ضبط وتحمل کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ اپنی غایت مجبوری - ضرورت اور مصالح وقتی سے اُنکے ہمراہ تھا - چہ جائیکہ ان بیہودہ اور غیر شریفانہ تعریضات کو سنتا اور پھر بھی خاموش رہجاتا اُس کی غیرت خاندانی ان محسن کش اور احسان فراموش جمعیت کی تعریض سننے کی ایک منٹ کے لیے بھی تاب نہ لائی - وہ غیور اپنی حیاے خاندانی سے بھر پور اور لبریز ہوکر میدان جنگ سے اپنے گھر واپس آیا - اور پھر اس اطمینان دہ اور تسلّی بخش خاموشی کے ساتھ اپنے موجودہ اعزا و اقارب مین سے بھی کسی کو اپنی معاودت کی اطلاع نہ دی - یہ غیر متحمل جذبات کے خاصات مین داخل ہے کہ انسان اپنے جذبات کی محویّت مین اتنا مستغرق ہو جاتا ہے اور اپنی موجودہ کیفیات قلبی پر اُس کو اتنا یقین کامل ہوجاتا ہے کہ پھر اُس عالم خاص مین اُسکو اپنے کسی عزیز و قریب - شریک و رفیق سے بھی مشورہ و اطلاع کی ضرورت باقی نہین رہتی - طالب ابن ابیطالب کا قلب و دماغ اسوقت انھین جذبات سے بالکل لبریز ہو رہا تھا اور وہ اپنے اس قصد و ارادہ مین ایسے کامل اور مستقل تھے کہ اُن کو اپنے چچا عباس ابن المطلب سے مشورت و اطلاع کی ضرورت باقی تھی اور نہ اپنے بھائی عقیل سے -

زائد تفحص احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب کا یہ واقعہ عین مقابلہ کے وقت واقع ہوا بالکل اُس وقت جب جانبین سے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے تلوارین نکل چکین

اور طرفین کے مبارزین باہمدیگر مقابلہ کے لیے سامنے آ گئے - چنانچہ طبری کی مفصلہ ذیل عبارت سے اس پر کامل روشنی پڑتی ہے -

قال ابن الکلبی فانہ قال فیما حدثت عن شخص طالب بن ابیطالب الی بدر مع المشرکین اخرج کرھا فلم یوجد فی الاسری ولا فی القتلی ولم یرجع الی اھلہ وکان شاعرا و ھو الذی قال

یا رب اما یغزون طالب فی مقنب
ھذہ المقانب فلیکن المسلوب غیر السالب ولیکن المغلوب
غیر الغالب

ابن کلبی کہتے ہیں کہ طالب ابن ابیطالب وقوع جنگ بدر تک بہمراہی مشرکین دیکھے گئے تھے - اور حقیقتاً وہ بکراہت اُن لوگون کے ساتھ آئے تھے لیکن بعد جنگ نہ وہ اسیرون مین قید ہو کر آئے اور نہ مقتولین مین پائے گئے - اور نہ لوٹ کر اپنے گھر واپس گئے - وہ ایک مرد شاعر تھے - (آزاد مزاج) اُن کے یہ اشعار ابتک مشہور ہین - اے خدا اگر ان لڑائیون مین سے کسی لڑائی مین لوگ طالب سے لڑین تو اُسکو (طالب کو) قاتلین مین نہ مقتولین مین، غالبین مین نہ مغلوبین مین رکھنا - طبری ص ۱۳۰۸

یہ اشعار طالب کی ہمت و دلیری کے جذبات کی سچی تصویرین کھینچ رہے ہین - اور اُس موقع خاص مین اُن کی کیفیات قلبی اور حالات دلی کی کامل ترجمانی کر رہے ہین - اُن کے الفاظ اُن کے جذبات کی زبان بنکر بتلا رہے ہین کہ وہ اپنی شریفانہ شجاعت اور دلیرانہ ہمت و استقلال سے بالکل لبریز تھے - اور مقابل کی معرکہ آرائیون مین اپنے ہچشمون کے سامنے اظہار شجاعت و دلیری کے عملی طریقون مین کسی طرح ناکامیاب رہنا پسند نہین کرتے - جو ایک شریف النسل پرہمت اور غیور شجاع کا اصل مدعا اور فرض منصبی ہوا کرتا ہے -

ایک مغویانہ غلط فہمی کی اصلاح

ان اشعار کے اصل مقاصد کے نہ سمجھنے یا اُن پر غور کی نظر نہ ڈالنے کی وجہ سے اکثر لوگون کو یہ متوہمانہ اور مغویانہ شکوک پیدا ہو سکتے ہین کہ طالب کے یہ اشعار خصوصاً بارگاہ الٰہی مین مناجات کے یہ انداز خاص کہ اپنے آپ کو طالب مقتولین اور مغلوبین مین شامل کیے جانیکی دعا کر رہے ہین بتلا رہے ہین کہ وہ اپنی موجودہ حالت مین لشکر اسلام کے قاتلین اور اُسیر غالبین کے دائرہ مین داخل ہونے کے متمنی ہین - حالانکہ اُن کو یقین کامل ہے -

اور وہ برای العین مشاہدہ بھی کر رہے ہین کہ جس لشکر کے وہ قاتل بننا چاہتے ہین اور جس پر وہ غالب آنے کی دعائین مانگتے ہین وہ اُن کے اُس برادر عالی مقدار کا لشکر جرار ہے جو اُن کے تمام خاندان کا مایۂ افتخار ہے۔ صلوا علیہ و آلہ۔ جب موقع ایسا تھا اور مقابل اس عظمت و وقار اور قرابت و یکجہتی مین اس مقدار و معیار کا تھا۔ تو طالب ابن ابیطالب کی یہ تمنا اور اُن کی خدا سے یہ دعا کبھی مستحسن نہین کہی جا سکتی۔ بلکہ اُس خلوص فی القرابت کے منافی اور اپنے سردار و سرمایۂ افتخار خاندان کی رعایت اور ادائے حقوق کی شریفانہ ذمہ داریون کے بالکل مخالف۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا قیاس کرنا بالکل غلط فہمی ہے۔ اور اس غلط فہمی کی کھلی کھلی وجہ ان اشعار کے اصلی مطالب و مقاصد تک نہ پہونچنا ہے۔ یہ اشعار شاعر کے جذبات ہمت و دلیری کے صرف اظہار ہین اور سوائے اپنی ذاتی اور شخصی اظہار شجاعت و دلیری اور اعلان ہمت و استقلال کے۔ اسمین کسی کی جانبداری اور خاص حمایت و مددگاری کا مطلق اظہار نہین ہے۔ اور یہ اظہار علی العموم ایک پُر ہمت۔ پر عزم و استقلال مرد دلاور کا لازمۂ فطرت اور فرض خدمت ہے۔ جو کسی طرح قابل اعتراض نہین۔ ہان۔ یہ اعتراض اُسوقت جائز ہوتا جب طالب نے اپنی اس تمنا کو عملی طریقہ سے دکھلایا ہوتا۔ اور دست بقبضہ ہو کر اسلام کا قاتل یا اسلام پر غالب آنے کی کوشش کی ہوتی[عسہ]

اس کے علاوہ ان اشعار کا کوئی موقع اور وقت خاص بھی متعین نہین کیا جاتا۔ مورخ اپنی تاریخ کی عبارت مین ان کے حالات کو تفصیل سے لکھکر بسبیل تذکرہ لکھتا ہے کہ یہ اشعار اُنھین کے ہین۔ بالکل ممکن ہے کہ وقوعات بدر سے پہلے کبھی اُنھون نے جنگ قبائل۔

عسہ یہ ننگ عار تو طالب پر کیا منحصر ہے کسی بنی ہاشم نے اپنے لیے کبھی گوارا نہین کی۔ یہان تک کہ ابولہب کے ایسا شریک بھی اس بدنامی سے بیداغ رہا۔ معرکہ بدر مین طالب کے علاوہ عقیل۔ عباس اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب آمادہ اور شریک جنگ رہے مگر سوائے شرکت بالاکراہ کے کسی کتاب سے اُنکی اسلام کے ساتھ مقابلت و محاربت ثابت نہین۔ مولف عفی عنہ

کسی خاص موقع پر اپنے ان اشعار مین اپنی دلیرانہ جذبات کا اظہار کیا ہو۔ کیونکہ تاریخ کی عبارت سے موقع بدر کی تخصیص اس نظم کے ساتھ معلوم نہین ہوتی۔

اگر بالفرض تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لیا جاوے کہ طالب نے یہ اشعار جنگ بدر کے زمانہ ہی مین کہے تھے۔ تو ہم کہین گے کہ ہان ممکن ہے کہ وقوع جنگ بدر سے پہلے طالب نے اپنے رفیقون کی کسی صحبت مین اپنے دلیرانہ جذبات کا اظہار کیا ہو۔ جو اپنے انداز خاص مین بالکل صحیح اور فی الواقع ہے۔ اس کے اظہار کے بعد جب کفار کی طرف سے بنی ہاشمیون پر کھلے کھلے اعتراض ہونے لگے۔ اور خاصکر حضرت عباس کی اُن مالی امداد و حمایت کو بھی ان احسان فراموشون نے بھلا دیا جو خاصکر ان کی طعامداری فوج کے مصارف مین اُن کو چارو ناچار کرنی پڑتی تھی۔ اتفاق سے محسن کشانہ اعتراض طالب کے مُنھ پر کیے گئے۔ اور انھین کی بنا پر طالب سے تکرار بھی واقع ہو گئی۔ جیسا کہ ابھی ابھی تفصیل سے اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اسی وقت سے اس غیور بنی ہاشم کے خیالات و جذبات مین غیر متحمل انقلاب پیدا ہو گیا۔ جس کے اثر نے اُن کو فوراً میدان جنگ سے معاودت پر آمادہ کر دیا۔ اور پھر ایک ساعت کے لیے بھی مقام بدر مین ان کے قدم نہ ٹھہر سکے۔

اس کے علاوہ۔ ابن ہشام کے نزدیک۔ غیر مسلوب و غیر مقلوب۔ طالب کے الفاظ خاص ہونے مین بھی مشتبہ ہین۔ اس لیے کہ ان اشعار کے راویون مین انکے متعلق اختلاف ہے مزید برآن۔ اشعار کی ترکیب بتلا دے رہی ہے کہ طالب نے اپنے جذبات قلبی کے اظہار کو اما کے کلمہ شرط سے آغاز کیا ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ ان معارک مین طالب کو جنگ کا موقع ملجائے تو وہ کامیاب ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ طالب کو جنگ کا موقع ملنے سے پہلے انھین جذبات نے ایسا منقلب الحال کر دیا کہ اصل مدعا ہی مفقود ہو گیا۔ مقابلہ و مقاتلہ کیا۔ اور فتح و غلبہ کیا۔ فاذا فات الشرط فات المشروط۔

یہ بالکل غلط قیاس ہے کہ مشرکین کی رفاقت یا اُن کی فوج مین شرکت کی وجہ سے طالب کے

خلوص یا ارادت مین کوئی کمی یا نقص پیدا ہوا ہو اس کا ثبوت تو فوراً مل جاتا ہے صرف اسی
ایک امر پر غور کرنے سے کہ مشرکین قریش کے اس اعتراض کے آغاز ہوتے ہی - یہ اُن کی رفاقت
کو پھر دم بھر کے لیے بھی گوارا نہین کرتے - اور تمام سابق رسم و راہ اور آپس کے اتحاد کو فوراً
قطع اور ترک کر دیتے ہین - اگر بانی اسلام علیہ وآلہ السلام کی مخالفت (نعوذ باللہ) ان کے
دل مین جاگزین ہوتی - تو وہ اپنے اتنے قدیم رفیقان وطن کی مفارقت اور ترک موالات
یون ایک بار آمادہ اور طیار نہ ہو جاتے - مشرکین سے فوری ترک رسم و راہ صاف بتلا رہا ہے
کہ مشرکین کے ساتھ طالب کا اتحاد و اتفاق - یا اُن کی حبّ وطن اور محبت اہل وطن خاصکر
ایسے وقت مین اور ایسے موقع پر جب ان کے خاندان - یا - ان کے قبیلہ اور خاص ان کے
گھر کی توہین ہوتی ہو اور اپنے عزیز و اقارب کی تضحیک کی جاتی ہو - ان کی غیرت خاندانی
کے آگے کوئی شے نہین رہتی - اور کسی مقدار و حیثیت سے جائز العمل نہین ہوتی - اور
طالب ایسے موقعون پر ان تمام خارجی امور کو اپنے خاندان - اپنے قبیلہ اور خاص اپنے
گھر کی عظمت و وقار قائم رکھنے کی غرض سے قربان کر دینے پر ہمیشہ طیار تھے - اس لیے
طالب پر جو یہ غلط فہمی کی جاتی ہے وہ بالکل بے اصل ہے -

اسی کے ساتھ ہم کو یہ بتلا دینا بھی ضرور ہے کہ بعض لوگ یہ گمان بھی پیدا کر سکتے
ہین کہ جب طالب کا خلوص کامل تھا تو وہ انقلاب خیالات کے بعد لشکر اسلامی کے ہمراہ
کیون نہ ہو گئے ؟ یہ اعتراض اول تو اکیلے طالب پر قائم نہین ہو سکتا - بلکہ حضرت
عباس ابن عبد المطلب - اور عقیل ابن ابیطالب کے اوپر ان سے زیادہ اہمیت
کے ساتھ قائم کیا جا سکتا ہے - وہ اس طرح کہ طالب نے تو ان تعریضات کے بعد مشرکین
کی رفاقت فوراً ترک کر دی مگر یہ حضرات بنی ہاشم تو اس تعریض و توہین خاندانی کے سننے کے بعد
بھی آخر وقت تک مشرکین کے شریک و رفیق بنے رہے - بلکہ اُنھین کے ساتھ اسیر ہو کر
لشکر اسلام مین لائے گئے دوسرے یہ کہ طالب کی علیحدگی بھی اتنے بڑے کثیر التعداد

لشکر سے جن کے ایک ہزار مسلح سوار کے مقابلہ مین پیادہ فوج اسلام کی تعداد تین سو تیرہ سے آگے نہین بڑھتی - اہل اسلام کے لیے اُتنی ہی مفید تھی جتنی مسلمانون کے ساتھ انکی رفاقت اور شرکت - کیونکہ جنگ و مقابلہ کے ایسے نازک اور خوفناک اوقات مین کسی ایک فردِ مخالف کا اپنا شریک و رفیق نہ بننا بلکہ بجائے اس کے جماعت مخالف سے صرف علیحدہ ہوکر محض غیر جانبدار بن جانا بھی - اصول جنگ کے اعتبار سے بہت ہی مفید کار اور باعث اطمینان ثابت ہوتا ہے - تیسرے یہ کہ ایسے نازک اور دشوار اوقات مین تمام عملیات عامل کی مصلحت خاص پر مبنی ہوتے ہین - جو اسوقت اُس کے جذبات قلبی کے صحیح نتائج ہوتے ہین - طالب کے عملیات جو اس نازک موقع پر معرض ظہور مین آئے وہ بالکل اُن کی اُن مصلحت بینیون پر مبنی تھے جو اُن کے سچے جذبات کے اصل مدعا تھے یہ جذبات حقیقتاً مشرکین کی تعریض کے اثرات تھے جنھون نے طالب کے قلب پر ایسا سخت صدمہ پہونچایا تھا کہ وہ اس کی برداشت نہ کر سکے - کفار کے الفاظ تعریض یہ تھے

"اس جنگ مین بنو ہاشم کا یہ رویہ پایا جاتا ہے کہ وہ بظاہر تو قریش کے ساتھ ہین مگر اُن کے خیال اُن کی تمنائین محمد صلعم کے ساتھ لگی ہین"

طالب کے دل مین اس تعریض نے جو انقلاب پیدا کیا اور اُس کے موافق اُنھون نے جو طریقۂ عمل اختیار کرنے کی مصلحت سوچی وہ یہی تھی کہ کفار کی اس تعریض کی لفظاً لفظاً تردید و تکذیب کر دی جائے اور اُن کو بتلا دیا اور دکھلا دیا جائے کہ جو تم سمجھے ہو وہ بالکل غلط ہے اسی مصلحت خاص کی بنا پر اور کفار کو محض جھوٹا ثابت کرنے کی غرض خاص سے طالب نے لشکر اسلام کی شرکت و رفاقت کا قصد نہ کیا اور عین مقابلہ کے وقت میدان جنگ سے واپس چلے گئے -

اگر طالب اسوقت اپنی قرابت و یکجہتی کے اصول جذبات کے زیر اثر ہوکر اپنے افتخار خاندان برادر عالی مقدار کے رفیق بن جاتے تو کفار قریش کو اپنی مغویانہ تعریض کی

صداقت پر یقین ہو جاتا۔ اور مادام الحیات وہ طالب اور جملہ بنی ہاشم پر طعنہ زنی کرتے رہتے اس لیے طالب نے مصلحت وقتی کے لحاظ سے اس موقع خاص پر جو شریفانہ اور غیر تمندانہ طریقۂ عمل اختیار کیا وہ بالکل صحیح اور مناسب تھا۔ اور جس قدر قریش کے لیے مُضر تھا اُسی قدر اسلام اور اہل اسلام کے لیے مفید۔ اسوجہ سے کسی اہلِ اسلام کو طالب کے اس طرز عمل سے شکایت نہ ہونی چاہیے بلکہ مسرت ہونی چاہیے اور یہی باعث تھا کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی طالب کے حالات معلوم کرکے اُن کے موجودہ طریقۂ عمل پر شکوہ و ملال کا کوئی اظہار نہ فرمایا۔

بالکل اسی طرح حضرت عباس ابن عبد المطلب اور عقیل ابن ابیطالب کے حالات وواقعات بھی ہین جو اُن کی خاص خاص مصلحتون پر مبنی تھے حقیقت مین اگر تعریضات قریش سے یہ حضرات متاثر ہوکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین اُسیوقت حاضر ہوجاتے اور رفاقت و حمایت کے فرائض بجالاتے تو جنگ بدر کا رُخ مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کی طرف سے بدل کر محض بنی ہاشمیون کی طرف ہوجاتا۔ اور کفار اُس وقت نہ اپنے عزیزان وطن مہاجرین اور نہ غریبان مدینہ سے تعرُّض کرتے اور نہ تردّد۔ بلکہ اُن سے ساز باز کرکے یا کم سے کم اُن کے مقابلہ سے ہاتھ روک کر سب سے پہلے مٹھی بھر بنی ہاشمیون ہی کا فیصلہ کر دیتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ اسلام اُسی وقت ختم ہوجاتا۔ انھین مصلحتون کو مدنظر رکھکر ان بزرگوارون نے اس موقع پر ناقابل برداشت صبر و تحمل اور ضبط و تامل سے کام لیا اور اس قیامت خیز فتنہ کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ جنگ بدر کے خاتمہ پر جو خوشگوار نتیجہ معرض ظہور مین آیا۔ وہ دنیا نے آنکھون سے دیکھ لیا کہ عباس و عقیل بھی اسلام کے ایسی ہی معین و مددگار اور جان نثار تھے جیسے تمام مہاجرین و انصار۔

> کفار کی طرف سے طالب پر ترک رفاقت کا الزام غلط ہے

طالب ابن حضرت ابیطالب کے متعلق ابھی مجھکو ایک امر کا صاف کر دینا باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار کی طرف سے اُن کے

شریفانہ طرزِ عمل کے خلاف یہ الزام قائم کیا جاسکتا ہے کہ اُنھون نے عین موقع پر ترکِ رفاقت کی یہ الزام ذرا بھی طالب پر عائد نہین ہوتا بلکہ الزام لگانے والون پر لوٹ آتا ہے اس لیے کہ طالب کے جذبات مین تغیر و انقلاب پیدا کرنے کی باعث اُنھین کی مفسدانہ اور غیر شریفانہ تعریض تھی۔ جو اُنھون نے محض اپنی بدنفسی کی بنا پر ایک شریف النسل غیور شجاع کی نسبت پیش کی تھی۔ اور اُسی کے نتیجہ مین اُس پُرہمت وغیرت دلیر کو آخرکار وہی طرزِ عمل اختیار کرنا لازمی تھا جو اُس کی شریفانہ غیرت وہمت کا مقتضی تھا۔

طالب کا خلوص و تصدیق اسلام

اب رہا یہ امر کہ اتنے طول وطویل بیان وتفصیل مین طالب کا اسلام لانا اور بانی اسلام علیہ وآلہ السلام کے ساتھ خلوص ومحبت اور ارادت وعقیدت کا کہین بھی اظہار خاص پایا نہین جاتا۔

اس کے ثبوت وشہود مین جواب دینے کے لیے۔ طالب کے وہ اشعار۔ جو اُنھون نے جنگ بدر کے خاتمہ پر نظم کیے تھے۔ ہم تاریخ ابن ہشام سے ذیل مین نقل کئے دیتے ہین جن سے حقیقت حال کا پورا انکشاف ہوجاتا ہے۔

	اے میری خونفشان آنکھین!
الا ان عینی نفدت دمعہا سکبا	کعب پر اشکبار ہو۔ کیونکہ جو کعب کو نہ جانتا ہو۔ جان لے
بتکی علی کعب وما ان تری کعبا	کعب وہ شخص تھا کہ اُسکو کوئی شی جنگ سے چھڑا نہین سکتی
الا ان کعبا فی الحروب تخاذلوا	اور نہ پھیر سکتی تھی اور نہ اُسپر کوئی الزام لگاکر اسکو مجروح کرسکتا تھا
واردا ھم ذا الدھر واجترحوا ذنبا	عامر پر بھی اشکبار ہونا چاہیے۔ اُن مصائب کے لیے جو آپر گزر گئے
وعامر تبکی للملمات غدوۃ	کاش میرے یہ شعر بھی اُس تک پہونچ جاتے۔
فیالیت شعری ھل اری لھما قربا	یہ دونون بھائی ایسے تھے کہ ان دونون مین بھی اختلاف ونزاع نہوا
ھما اخوی لم یعد الغیۃ	یہ دونون بھائی کبھی اپنے ہمسایہ کو تکلیف پہونچانیوالے نہین تھے
تعد ولن تسام جارھما غضبا	

فیا اخوینا عبد شمس ونوفلا
اسی طرح میرے بھائی عبد شمس اور نوفل بھی تھے میں اُن پر فدا کبھی ہم میں اور

فدا لکما لاتبعثوا بیننا حربا
اُن میں لڑائی نہ ہوئی۔ ایسے صاحبان الفت کے بعد کوئی ذکر ایسا نہ ہوا

ولا تصبحوا من بعد ذوالفہ
جس میں آپس کی شکایتیں نہ ہوئی ہوں۔

احادیث فیہا کلکم یشتکی لنکبا
تم کو کیا معلوم نہیں (کہ جنگ بدر بھی ویسی ہی تھی

الم تعلموا ما کان فی حرب داحس
جیسے اس سے قبل) جنگ داحس و جیش یکسوم میں تمام قبائل اکٹھا ہو گئے تھے

وجیش ابی یکسوم اذ ملأ الشعبا
سوا ے خدا کے کوئی شے دفع نہیں کر سکتی۔

فلولا دفاع اللہ لا شئ غیرہ
اور کوئی تمنا اُسکی خواہش (خدا کی) کو روک نہیں سکتی۔

لاصبحتم لاتمنعون لکم سربا
ہم نے انھیں تعلقات کی بنا پر) قریش کی جماعت عظیم کا ساتھ دیا

فما ان جنبا فی قریش عظیمۃ
بجائے اسکے کہ اُس بزرگوار کی حمایت کرتے جو سوقت روے زمین پر خدا کی
بہترین ودیعت ہے۔

سوی ان حمینا خیر من وطی التربا
وہ میرا برادر بزرگوار سراپا صادق اور سچا ہے۔

اخا ثقۃ فی النائبات مرزاء
اور تمام مشکلات میں (لوگوں کی) جاے پناہ ہے۔
اُس کی سخاوت اور فیاضی کے سب مداح ہیں وہ ہرگز بخیل اور
سخت کلام نہیں ہے۔

کریما نثاء لا بخیلا ولا ذربا
تمام نیک نفس لوگ اسکے آستانِ مبارک کا صبح شام طواف کرتے ہیں

یطیف بہ العافون یغشون بابہ
اور بدمزگی اور ترش مزاجی کی حرارتوں سے محفوظ و مامون رہتے ہیں

یؤمون بحرا لانزورا ولا ذربا
خدا کی قسم میرے نفس میں حزن و ملال باقی نہ تھا۔

فواللہ لاتنفک نفسی حزینۃ
اسوقت میں اہل خزرج (اہل مدینہ) سے اپنی حرب و ضرب

تململ حتی تصدقوا الخزرج ضربا
کی تصدیق کرا لیتا۔

طالب کے یہ اشعار حب وطن اور محبت اہل وطن اور ان کی سرگذشت کی ہمدردی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں اسمیں کوئی کلام نہیں کہ کفر و اسلام کے خیال سے بالکل آزاد رہ کر طالب نے ایک آزاد مزاج لائق اور دردمند فرزند وطن ہونے کی حیثیت و حالت میں نہایت آزادی کے ساتھ ان اشعار میں اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے اور اپنے قدیم احباب و رفیقان وطن کی مصیبتوں پر اپنی طرف سے اظہار تاسُّف کیا ہے جو ایک شریف النسل رفیق صادق کا

تقاضاے محبت ہے۔ اس اصول خاص کے نقطۂ نظر سے طالب کے یہ اشعار یا مقتولین بدر پر اُن کے افسوس و ملال کے اظہار قابل اعتراض نہین ہو سکتے۔ طالب کی حب وطن اور قدر و یاد وطن اتنی اہمیت رکھتی تھی۔ کہ اُنھون نے صاف لفظون مین کہدیا ہے کہ اصول فطرت کے بالکل خلاف اُنھون نے اپنے ہموطن مشرکین کی رفاقت کو اپنے برادر عالیمقدار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین کی حمایت پر ترجیح دی۔

اُن کے اس اقرار و اعتراف سے ایک طرف تو اُن کی بے انتہا حب وطن ظاہر ہوتی ہے۔ دوسری طرف انھین اعترافات سے اپنے احباب وطن پر ان کے لاانتہا اور بے مثال احسانات بھی ثابت ہوتے ہین۔ اسطرح کہ طالب کے اس پرجوش و پرزور اظہار بیان سے یہ مقصود خاص معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسے نازک موقع اور ایسے نازک سے نازک تعلقات کی موجودگی مین بھی وہ اپنے سردار اور افتخار خاندان کی رفاقت سے محروم۔ پھر اُن احباب وطن کے رفیق بنے رہے جو اُن کے برادر بزرگوار کے مقابلہ مین ضرور اغیار کہلاتے تھے۔ طالب کا یہ ایسا عدیم المثال احسان ہے جس سے اُن کے اہل وطن کبھی سبکدوش نہین ہو سکتے۔ اُن کی اسی یاد دہانی کے ساتھ ان کے اشعار سے تنبیہاً اُن کی بے رخی اور احسان فراموشانہ الزام دہی کا بھی ذکر ان الفاظ مین کر دیا کہ باوجود اتنی رعایت کے کہ ہم نے تمھارے لیے اپنے بھائی کی رفاقت و حمایت کو چھوڑ دیا مگر تم نے ہماری اس رعایت و احسان کی کوئی قدر نہ کی بلکہ بجائے اس کے ہم پر بیوفائی اور غیر اعتمادی کے رُو در رُو الزام لگائے۔

اس طرف تو طالب نے اپنے ان اشعار مین کفار قریش کو مخاطب کیا ہے۔ دوسری طرف ان کے بعد ان اشعار مین اپنے برادر عالیمقدار جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد اوصاف اور محاسن اخلاق کی تفصیل کا اظہار و اقرار کیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے ساتھ۔ اپنی قرابت۔ عقیدت۔ خلوص اور ارادت کے خاص اعترافات

کہے ہیں ۔ ذات مقدس کو خیر البریہ ۔ یا روے زمین پر بہترین ودیعت آلہی ۔ آستانِ مبارک کو کہف الوریٰ یا مطاف عالم ۔ مومنین یا زائرین کا شانۂ رسالت کو ۔ مجمع محاسن ومنبع فضائل قرار دیا ہے ۔ وجود ذیجود رسالت کو کریم ۔ فیاض ۔ عمیم الاخلاق اور فصیح اللسان بتلایا ہے ۔

کیا طالب کے یہ اشعار قبول اسلام اور تصدیق جناب سید الانام علیہ وآلہ السلام کے متعلق اُن کے دلی جذبات ومعتقدات کی صحیح خبر نہین دیتے ۔ اور سچی ترجمانی نہین کرتے؟ کیا اس سے زائد الفاظ اہل اسلام اپنی معرفت دین اور تصدیق جناب خاتم النبیئن مین استعمال کرتے ہین ۔

طالب کا قبول اسلام اور تصدیق رسالت

اب باقی رہا یہ خیال موہوم کہ طالب نے بظاہر رسالت کے دست حق پرست پر بیعت نہین کی اور اسلام نہین لائے ۔ جوابًا اس کے سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہوگا کہ قلبی معارف ظواہر کے محتاج نہین ہوتے موتی صدف کے اندر اور لعل گوڈر ہی مین چمکنے لگتا ہے ۔ فیاض قدرت اُن کو ہزارون پردون کے اندر ہی اپنے فیوض انوار سے روشن کردیتا ہے ۔ انوار معارف کے وصول کے بعد انسان کو اظہار کی بھی ضرورت باقی نہین ہوتی اسی اصول کی بنا پر ہمکو طالب کے قبول اسلام اور حصول ایمان کے معاملات کو ان کے پدر بزرگوار حضرت ابیطالب کے اسلام و ایمان کی مثال سمجھنا چاہیئے ۔ اور ان دونون حضرات پر کیا موقوف ہے ۔ باستثنا ابولہب دیگر بنی ہاشم مثل حضرات عباس ابن عبد المطلب ۔ عقیل ابن ابیطالب کے اسلام و ایمان کو قبل از وقوع جنگ بدر ایسا ہی سمجھنا چاہیے ۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ تمام حضرات آغاز ہی سے اسلام اور بانیِ اسلام علیہ وآلہ السلام کے سچے تصدیق کنندہ تھے اُن کا کسی مدت تک سکوت اور عدم اظہار واعلان اُن کے تبدل اسلام وحصول ایمان کا منافی نہین ہوسکتا ۔ کیونکہ مومن آل فرعون کی مثال بتلا کر اور کتم ایمان کے جواز وصحت دکھا کر قرآن مجید ایسے حضرات کے طرز عمل کی پوری تصدیق وتوثیق فرماتا ہے ۔ پھر ہمکو انکار کی کوئی

وجہ نہین - وہ اگر ایک مدت تک خموش رہے - اپنے ایمان کو چھپاتے رہے - اور مخالفین کے پاس آتے جاتے رہے تو اس سے اُن کے قبول اسلام اور رسوخ ایمان مین نقص نہین آتا۔

قرآن مجید تو مومن آل فرعون کے ایمان کو ہمیشہ کتمان کی حالت مین اسطرح تبلاتا ہے کہ اُس نے (مومن آل فرعون) کبھی اظہار و اعلان کا کوئی عملی طریقہ اختیار نہین کیا - لیکن یہان تو طالب و ابیطالب کے طول وطویل اشعار اور پُر تفصیل تقریرین جو ملک و قوم کے بڑے بڑے مجمعون اور جلسون کے سامنے کی گئی ہین۔ آج تک تاریخ وسیر کی کتابون مین محفوظ ہین - جن سے اُن کے رسوخ فی الایمان اور وثوق فی الاسلام کے کامل ثبوت ملتے ہین - بالکل اسیطرح حضرت عباس وعقیل کے اقرار بھی اُن کے اظہار اسلام سے پہلے - اُن کی تصدیق اسلام - نظم و نثر دونون طریقون مین بکثرت پائی جاتی ہین۔ اُنکی کسی مدّت خاص تک خاموشی اسلام ہی کے بہت سے آیندہ مفاد کے لیے مصالح وقتی کے اصول خاص پر مبنی تھی - یہ دلائل وشواہد ہم کو پورا الیقین دلاتے ہین کہ یہ سب حضرات کامل الاسلام اور راسخ الایمان تھے - اس لیے طالب ابن حضرت ابیطالب بھی ضرور مومن کامل تھے۔

علامہ طبری کی کلبی کی سند سے نقل کردہ روایت اگر مان بھی لی جائے تو یہ خیال اس حد و مقدار تک صحیح ہو سکتا ہے کہ طالب جنگ بدر کے بعد مکہ واپس آئے اور تھوڑے دن عارضی طور پر مقیم رہے اور اسی عارضی قیام کے زمانہ مین اُنھون نے یہ اشعار نظم کیے - جو ابن ہشام سے نقل کیے گئے - اور اس کے بعد پھر مفقود الخبر ہو گئے - اگر طبری کی اس آخری روایت پر اعتبار بھی نہ کیا جاوے تاہم اصل واقعیت مین کوئی نقص واقع نہین ہوتا - اس لیے کہ اگر ابن ہشام کی روایت کے مطابق میدانِ جنگ ہی سے ان کا بے نشان ہو جانا تسلیم کر لیا جاوے تاہم یہ خیال کیا جاویگا کہ اپنے مقام یا دورانِ سفر مین طالب نے خاتمۂ بدر کے تفصیلی حالات سنے اور اپنے اشعار مین اُنکے متعلق اپنے جذبات قلبی کا اظہار کیا۔

بہرحال کوئی صورت بھی ہو جنگ بدر کے آغاز سے قبل - یا اُس کو خاتمہ تک پہونچا کر اور مکہ واپس آکر طالب ابن ابی طالب کو اپنے جذبات و معتقدات قلبی کے اظہار کی غرض خاص سے ان اشعار کی فکر کی ضرورت ہوئی - ان کا مفقود الخبر ہونا دونون صورتون مین قدر مشترک ہے اور یہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ یہ اُسی وقت سے ہمیشہ کے لیے بے نام و نشان ہو گئے اور سوائے ان چند اور مختصر حالات و واقعات کے تاریخی دنیا مین طالب مرحوم کی کوئی یادگار نہین ہے -

طالب کے مفقود الخبر ہونے کی خاص مصلحت

طالب کے اس طرز عمل پر جو رائین نہ قائم کی جائین اُن سے قطع نظر کر کے ہم نے اپنا یہ مختار قائم کیا ہے کہ اُن کا یہ طرز عمل اُن کی آزادانہ طبیعت اور شریفانہ غیرت کے غیر متحمل جذبات پر قائم تھے اس غیور بنی ہاشم نے اپنے انتہائے غیرت کے تقاضہ سے اپنے وطن کی ایسی مقامی تاریکی اور اہل وطن کی اس گہری تیرہ دلی کے عالم مین جب حق و باطل - ظلم و انصاف - نیکی و بدی - شقاوت و مروت کی تمیز بھی جاتی رہی ہو - باپ بیٹے کی جان مارنے - بھائی بھائی کی گردن اُتارنے پر تیار ہو اور اپنی دُھن مین کسی کی بھی نہ سنتا ہو - تو ایسی حالت مین حفظ ماتقدم - احتیاط کامل اور دلیرانہ غیرت کا مقتضا یہی تھا کہ ان تمام مکروہات سے قطعی ترک تعلقات اختیار کیا جائے اور آیندہ عملی ظاہریات کے جذبات کو مستاصل کر کے قطعی اختفا و انزوا کا خموش عالم پیدا کیا جاوے

سہ جنون وہ جلد ہمین بیخودی کا رتبہ دے ‏ نہ دیکھین ہم نہ ہمین کوئی دوسرا دیکھے

اسی عالم خاص مین نہ دوسرون کو اپنی اور نہ اپنے آپ کو دوسرون کی خبر ہونے پائے اور اسی عالم خاص اور فضائے مخصوص مین دنیائے فانی کی ہستی محدود ختم کر دی جائے اور عالم بقا کی منزل مقصود تک رسائی حاصل کر لی جائے - طالب نے کسی جرم و خطا - قصور و گناہ - یا کسی اور اخلاقی کمزوری کے باعث اس طرز عمل کو اختیار کیا ہوتا تو وہ ضرور قابل الزام سمجھے جاتے - لیکن جب اُن کا دامن عمل ان اقسام کے الزام سے بالکل بیداغ ہے

توان کا یہ دلیرانہ اور غیر متمدانہ طرزِ عمل حق بین اور انصاف پسند محققین کے نزدیک قابلِ قدر دلائق تحسین و آفرین ہے۔

آغاز رسالت مین کفار کے مظالم

طالب کے حالات کو تمام کر کے ہم پھر حضرت جعفرؓ کے سوانحات حیات کے سلسلہ کو شروع کرتے ہین۔ حضرت جعفر کی شادی ہو جانے تک کے حالات اوپر بیان ہو چکے ہین۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام کو اعلان رسالت کا حکم آچکا ہے اور اس حکم الٰہی کے مطابق آپ تبلیغ اسلام اور تعلیم خلائق کی خدمات علانیہ بجالانے لگے۔ اعلان نبوت اور تبلیغ اسلام کا شروع ہونا تھا کہ کفار مکہ کی آتش مخالفت بھڑک اُٹھی۔ پھر ایسی تیزی اور سختی کے ساتھ کہ تمام جگہ نا فانا چارون طرف پھیل گئی۔ ملک وطن کا گوشہ گوشہ اسلام کا خون مقتل بننے کے لیے تیار ہو گیا اور تمام قوم و قبیلہ کا بچّہ بچّہ اسلام کا خون بہانے اور اُس کا نام مٹانے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ طرح طرح کے مصائب انواع اقسام کے شدائد و مظالم بانی اسلام علیہ و آلہ السلام اور غریب مسلمانون کی جانون پر ڈھانے لگے۔

۔ سنہ سال نبوت سے لیکر سنہ سال نبوت کے آخر تک۔ جو جو ظلم و ستم۔ جور و جفا اور سختی و تعدی بانیِ اسلام اور اہل اسلام کو اُٹھانے ہوئے وہ تاریخون کے مشاہدات ہین جن کی پُردرد تفصیل پڑھکر بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین اور جن کے تصور سے قلوب کانپنے لگتے ہین۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے راستون مین کانٹے بچھانا۔ فرقِ مبارک پر گھرون سے کوڑا پھینکا جانا۔ حالت نماز مین جانورون کے پیٹ کی غلاظت آپ پر ڈالدینا۔ عالم عبادت مین گلوے مبارک مین پھندا ڈالنا۔ بازارون اور گلیون مین چلتے وقت حضور انور کے ہمراہ آوارہ چھوکرون کے غول تالی بجانے اور پتھر لگانے کے لیے ساتھ لگا دینا۔ کافرون کا روزانہ شغلہ تھا۔

اس سے بڑھے تو آپ کو۔ مجنون۔ ساحر۔ بے دین وغیرہ ناشایستہ اور خلاف شان

القابات وخطابات سے مشہور کرنے لگے اور طرح طرح کے خلاف اور محض بے اصل الزامات ذات مقدس پر عائد کرنے لگے جن کا تحمل و برداشت سوائے فطرت صالحہ کے طبیعت عامہ سے کسی طرح ممکن نہین تھا۔ یہ تو وہ مصائب تھے جو کفار قریش کے ہاتھون بانی اسلام علیہ وآلہ السلام کو اپنی ذات قدسی صفات پر اُٹھانے ہوے۔ اب غریب مسلمانون کی جانون پر کیا گزری وہ تو سے اُنھین سے پوچھیے جنپر مصیبتین گزرین۔ مارے گئے۔ کوڑے لگائے گئے۔ ہاتھ پانون باندھکر تپتی ہوئی زمین اور جلتی ہوئی ریگ پر گھسٹون لٹائے گئے۔ دہکتے ہوئے کوئلون پر ننگی پیٹھ۔ پشت کے بل سلادیے گئے تمام پشت پر دہکتے کوئلے چپک چپک کر سیکڑون آبلے اور آبلون کے بعد برص کے ایسے داغ بنائے گئے۔ بعضون کے گلے مین رسّی باندھکر دم خفگی کی حالت مین تمام شہر کی گلی کوچون مین پھرائے گئے۔ کتنون کی نوک نیزہ سے جان لی گئی کتنون کا تازیانون کی ضربون سے خون ناحق بہایا گیا۔ ان مظلومین مین مرد و عورت کی تمیز بھی اُٹھادی گئی مسلمان مردون کے ساتھ عورتون نے بھی ان مصائب، کی برداشت مین برابر کا حصہ لیا۔ غریب مسلمان مصیبت زدون کو صرف خداے واحد پر ایمان لانے کے تنہا قصور پر کامل چار برس تک شبانہ روزان مصیبتون کا سامنا ہوتا رہا۔ اور آخر کار نوبت یہان تک پہونچی کہ آیندہ ضبط و تحمل اُن کی طاقت انسانی اور قوت امکانی سے باہر ہوگیا۔ اور حقیقتاً رحمت عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان کے حالات زار کے آیندہ مشاہدات کی تاب باقی نہ رہی تو آپ ان روزانہ مصیبتون سے ان کی غریب جان و مال کو محفوظ رکھنے کی تدبیرین سوچنے لگے۔ بالآخر حکم الٰہی کے موافق آپ نے نجاشی بادشاہ حبش کے پاس ان کے پناہ گزین ہونے کی راے قائم فرمائی۔ چنانچہ آپ نے تمام مسلمانون کو ایک جا جمع کرکے ان الفاظ مین خطاب فرمایا۔

ہجرت حبشہ

فقال النبی صلعم لھم — جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانون

لو خرجتم الی ارض الحبشة فان لها ملکاً لا یظلم عنده احد وھی ارض صدق حتی یجعل لکم فرجاً مما انتم فیہ فخرج عند ذلک المسلمون من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی ارض الحبشة مخافة الفتنة وفراراً الی اللہ بدینھم فکانت اول ھجرة فی الاسلام

(ابن ہشام)

ارشاد فرمایا کہ تمھارے لیے اب یہی بہتر ہے کہ تم ملک حبشہ کی طرف چلے جاؤ کیونکہ وہان کا بادشاہ رحمدل اور انصاف پسند ہے۔ اور اُس کی حکومت مین ایک کو دوسرے پر ظلم کرنے کی مطلق مجال نہین ہے۔ اُس کے ملک والے بھی سچے ہین۔ اور بہتر ہین تم لوگ وہان قیام کرو تاوقتیکہ خداوند عالم تم کو ان مصائب سے مخلصی عطا فرمائے ارشاد نبوی کے مطابق مسلمانون کی ایک معتدبہ جماعت فتنہ وفساد کے خوف سے اور خدا کی محافظت دین کے خیال سے فرار اختیار کرکے ملک حبشہ کی طرف چلے گئے۔ اور یہ اسلام مین پہلی ہجرت تھی۔

ملا مجلسی علیہ الرحمة حیات القلوب مین اس موقع پر لکھتے ہین۔

حضرت ابوطالب۔ نامہ بر نجاشی نوشت۔ در باب تحریص و ترغیب او بر یاری حضرت رسولؐ و در این نامہ اشعارے چند نوشت کہ مضمون آنہا این است۔ بدان اے نجاشی بادشاہ حبشہ کہ محمدؐ پیغمبر ماست مانند موسیٰؑ و مسیح پسر مریمؑ و ہدایت از جانب خدا آوردہ است چنانچہ آنہا آوردہ اند و شما وصف او را در کتابہائے خود می خوانید بصدق و راستی پس برائے خدا شریک می دہید۔ اسلام بیاورید کہ راہ حق روشن و ہویدا است

حضرت ابی طالب نے نجاشی بادشاہ حبشہ کے نام ایک خط لکھا اور اُس مین جناب حضرت رسولخدا صلعم کی حمایت اور قبول بیعت کے بارے مین اُسکو ترغیب دلائی۔ اور اُسی خط مین چند اشعار بھی منظوم کرکے لکھے جن کا یہ مطلب تھا کہ آگاہ ہو۔ ای بادشاہ حبشہ کہ محمد صلعم مثل موسی اور عیسیٰ علیہما السلام کے پیغمبر خدا ہین اور خدا کی طرف سے خدا کی ہدایت لیکر آئے ہین جیسے کہ ان سے قبل وہ لوگ لیکر آئے تھے۔ اور تم اُسکے اوصاف صدق و راستی اپنی کتاب مین پڑھتے ہو پس اسلام لاؤ اور کسیکو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ کہ

وتاریک وپوشیدہ نیست ۔ اسلام خدا کی سچی راہ - روشن اور ظاہر ہے اور اسمین تاریکی و پوشیدگی نہین ہے - جلد دوم ۲۹۸ لکھنو

ملک حبش کو اہل عرب سے جیسی قربت اور تعلق تھا وہ ظاہر ہے - حبش قریش کا قدیم مرکز تجارت تھا - ابن ہشام نے لکھا ہے کہ منجملہ اور چیزون کے مکہ کا نفیس مال اور بہت بڑا تحفہ چمڑا ہوتا تھا - خصوصًا رنگا ہوا چمڑا - مکہ اور عمومًا تمام حجاز کی خاص صنعت شمار کیجاتی تھی - اور دوسری کتابون سے بھی ثابت ہے کہ مکہ اور شام سے جو مال تجارت حبش کو جاتا تھا وہ علی الاکثر چمڑا ہی ہوتا تھا - اہل عرب حبش کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے - نجاشی حبشی زبان کے لفظ نجوش کی تعریب ہے - جس کے معنی زبان حبش مین بادشاہ کے ہین - موجودہ نجاشی (شاہ حبش) کا نام اصحمہ تھا - وہ مذہبًا عیسائی تھا تجارت کے کاروبار اور ہمیشہ کی آمدورفت سے اہل عرب کو حبش کے تمام حالات معلوم تھے - اس لیے مظلومین اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو جو خاصکر انھین کی حفاظت جان و مال پر مبنی تھا - بسر وچشم قبول کرلیا - چونکہ ایک بار تمام مسلمانون کا بھیجدیا جانا قرین مصلحت نہین تھا اس لیے جتنے لوگ کہ اسوقت مصارف سفر مہیا کرسکے بھیجدیے گئے - جمہور مؤرخین کا اسپر اتفاق ہے کہ پہلے گیارہ مسلمانون کی ایک جماعت مکہ سے حبش کی طرف روانہ ہوئی - جس مین حضرت عثمان - ابو سلمہ مخزومی - حضرت ام سلمہ کے شوہر اول - حضرت ام سلمہ اور زبیر ابن العوام جنکا آغاز شباب تھا - اور دیگر اکابر صحابہ بھی شامل تھے -

پھر تھوڑے عرصہ کے بعد جب باقیماندہ مسلمانون نے اپنا سامان درست کرلیا تو ان کو بھی بارگاہ رسالت سے ہجرت کی اجازت مل گئی - یہ شمار مین ۸۲ بزرگوار تھے - انھین مین حضرت جعفر مع اپنی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس کے بھی شامل تھے - بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ مسلمانون کے اس قافلہ کے سردار و سالار یہی تھے -

حضرت جعفر اور ہجرت حبشہ

حضرت جعفر کو بھی ہجرت فرمانے کی وہی ضرورت و مجبوری پیش آئی جو تمام مسلمانون کو۔ کفار قریش کے ہاتھون ان کو بھی وہی مصائب اُٹھانے ہوئے تھے جو تمام مسلمانون کو۔ فرق اتنا تھا کہ بیکس و نادار اور بے یار و مددگار غربا مسلمین کو علی الاکثر ظالمان قریش کے ہاتھون جسمانی تکلیفین برداشت کرنی ہوئین اور انکو نہین حضرت جعفر اسوجہ سے کہ بنی ہاشم کا قبیلہ اپنے عز و وقار اور مقدار و اقتدار کے اعتبار سے ملک و قوم پر پورا اثر رکھتا تھا۔ دشمنون کی زد سے بچے رہے۔ ہان ان کی تجارت اور کاروبار کے سب نظم اور سلسلے منقطع کر دیے گئے۔ اور قومی مقاطعہ کا عام جال پھیلا کر انکے اسباب معیشت مسدود کر دیے گئے۔ گویا ان کو چارون طرف سے بیکار بنا کر گھر مین بٹھلا دیا گیا۔

واقعات تاریخی بتلا رہے ہین کہ جعفرؓ نے اپنی تجارت کے بند ہو جانے کی بھی پروا نہین کی۔ اور اپنی بے شغلی اور تنگ حالی پر بھی صبر و قناعت کر لی۔ اور جب مصائب روزانہ قوت امکان سے باہر ہو گئے تو آخر کار جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لیکر مع اپنی زوجہ محترمہ کے حبشہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ قریش ایسے کیا تھے کہ مسلمانون کی کسی نقل و حرکت کی خبر پاتے اور خموش رہجاتے۔ مہاجرین کی روانگی کی خبر پاتے ہی قریش کا ایک دستہ اس قصد و ارادے سے روانہ ہوا کہ جانے والون کو راستہ ہی مین گرفتار کرے۔ لیکن جبتک یہ پہونچین پہونچین مہاجرین کی کشتیان ساحل سے روانہ ہو چکی تھین۔ اس لیے تعاقب کرنیوالے واپس آئے۔

وہان بخیریت پہونچکر مسلمان مظلومین نجاشی۔ بادشاہ حبشہ سے ملے۔ اپنی مصیبتون کی داستانین بیان کین۔ نجاشی بیحد متاثر ہوا اور اُن کو نہایت آرام و اطمینان سے اپنے ملک مین رہنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ حضرت ام المومنین ام سلمہ سے منقول ہے۔

لما نزلنا ارض الحبشۃ جاورنا — جب ہم لوگ ملک حبشہ مین پہونچے تو نجاشی بادشاہ حبش

لهاخير الجار النجاشى امنّا	ہمارے ساتھ بہر احم پیش آتا رہا اور ہم لوگ پورے امن کے
على ديننا وعبدنا الله تعالیٰ	ساتھ اپنے دین پر قائم رہے اور آزادی سے خدائے تعالیٰ
لا نؤذى ولا نسمع شيئاً نكرهه	کی عبادت کرتے رہے۔ کوئی نہ ہمکو ایذا دیتا تھا اور نہ
(ابن ہشام ۱۱۵)	ہم کوئی مکروہات سنتے تھے۔

نجاشی کے دربار میں مسلمانون کے خلاف کفار قریش کی سفارت

الغرض مسلمان مہاجرین نجاشی کی زیر حفاظت امن وامان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ لیکن قریش یہ خبرین سُن سُنکر پیچ وتاب کھا رہے تھے آخر یہ راے ٹھہری کہ سفارت بادشاہ حبش کے پاس بھیجی جاے۔ کہ ہمارے مجرمون کو ہمارے حوالے کردو یا کم سے کم اپنے ملک سے نکال دو۔ عبد اللہ ابن ربیعہ اور عمرو عاص اس کام کے لیے منتخب ہوئے۔ نجاشی اور اُس کے درباریون کے لیے فرداً فرداً گران بہا تحفے مہیا کیے گئے۔ امام احمد حنبل کی مسند مین۔ مسند اہل بیت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ تحفہ بھی علی الاکثر مکّہ کا مشہور چمڑا تھا۔ غرضکہ یہ سفارت بڑے ساز وسامان کے ساتھ مکہ سے حبش کی طرف روانہ ہوئی۔ مکّہ کے سفرا نجاشی سے پہلے درباری پادریون سے ملے اور اُن کی خدمتون مین نذرین پیش کین اور کہا کہ ہمارے چند نادانون نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے۔ ہم نے اُن کو نکالدیا ہے تو آپ کے ملک مین بھاگ آئے کل ہم بادشاہ کے دربار مین جو درخواست پیش کرین تو آپ بھی ہماری تائید فرمائین۔ پادری راضی ہوگئے۔ دوسرے دن سفیرائے قریش دربار مین گئے۔ اور نجاشی سے درخواست کی کہ ہمارے مجرم ہمارے حوالہ کردیے جائین۔ جرم مین جرم کیا تھا؟ خداے واحد پر ایمان لانا سفراے قریش جب اپنے مدعاے سفارت بیان کرچکے تو دربار کے پادریون نے بھی حسب وعدہ تائید کی۔ نجاشی نے مسلمانون کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر ہوئے تو اُن سے پوچھا کہ تم لوگون نے یہ کون سا نیا دین ایجاد کیا ہے۔ جو بت پرستی اور نصرانیت دونون کے مخالف ہے۔

چونکہ مرقومۂ بالا تاریخی عبارت کا خلاصہ ہے اور ضرورت مقامی اس سے زیادہ تفصیلی بیان کی متقاضی ہے اس لیے ہم اس واقعہ کو اُسی تفصیل و بیان سے قلمبند کرنا پسند کرتے ہین جس تشریح و توضیح سے اصلی ماخذون مین مندرج ہے۔ سیر و تاریخ کا قدیم ترین ماخذ سیرۃ ابن اسحاق ہے جسکو ابن ہشام نے اپنی سیرۃ مین جمع کیا ہے۔ ابن ہشام نے ابن اسحاق سے جو تفصیل ہجرت حبشہ کے حالات جناب ام المومنین ام سلمہ رضہ کی چشم دید اسناد سے تحریر کی ہے۔ میرے نزدیک اس سے بڑھکر مستند اور معتبر سند دستیاب نہین ہو سکتی۔ اس لیے ہم ابن ہشام کی پوری عبارت حسب ذیل نقل کرتے ہین۔

عن ام سلمۃ رض بنت ابی امیۃ بن المغیرہ زوج النبی صلعم قالت لما نزلنا ارض الحبشۃ جاورنا بها خیر جار النجاشی امنا علی دیننا وعبدنا اللہ تعالی لا نؤذی ولا نسمع شیئا نکرھہ فلما بلغ ذلک قریشا ائتمروا بینهم ان یبعثوا الی النجاشی فینا رجلین منهم جلیدین وان یهدوا للنجاشی هدایا مما یستطرف من متاع مکۃ وکان من اعجب ما یاتیہ منها الادم فجمعوا لہ ادما کثیرا ولم یترکوا من بطارقتہ بطریقا الا اهدوا لہ هدیۃ ثم بعثوا بذلک عبد اللہ بن ربیعۃ وعمر بن العاص فامروهما بامرهم وقالوا لهما ادفعا الی کل بطریق هدیتہ قبل ان

حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ زوجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ جب ہم لوگ ملک حبش مین آئے تو نجاشی بادشاہ حبش نے ہمارے ساتھ بہترین حقوق ہمسائیگی ادا کیے۔ ہم لوگ امن و امان سے اپنے دین پر قائم رہے اور اپنے خدا کی عبادت کرتے رہے، اور وہان ہمکو کوئی ایذا نہین پہونچی اور نہ کوئی مکروہ بات ہمکو پیش آئے اور جب قریش کو ہمارے اس آرام و اطمینان سے رہنے کی خبر پہونچی تو اُنھون نے آپس مین یہ مشورت کی کہ اُن مین سے دو آدمی سفیر بناکر نجاشی کے پاس بھیجے جائین اور نجاشی کے لیے اشیاء مکہ مین سے عمدہ چیزین تحفہ مین اُنکے ہمراہ ارسال کی جائین۔ ان اشیاء مین کوئی چیز سواے رنگے ہوئے چمڑے کے بہتر معلوم ہوئی۔ اس بناپر بہت سا رنگا ہوا چمڑا اُن کے

تكلماه النجاشي فيهم ثم قدما الى
النجاشي هداياه ثم سلاه ان يسلمهم
اليكما قبل ان يكلمهم قالت فخرجا
حتى قدم على النجاشي ونحن عنده
بخير دار وعند خير جار فلم يبق
بطارقته بطريق الا دفعا اليه
هدية قبل ان يكلما النجاشي
وقالا لكل بطريق منهم انه قد
ضوى الى بلد الملك منا غلمان سفهاء
فارقوا دين قومهم ولم يدخلوا في
دينكم وجاؤا بدين مبتدع لا نعرفه
نحن ولا انتم وقد بعثنا الى الملك
فيهم اشراف قومهم ليردهم اليهم
فاذا كلمنا الملك فاشيروا عليه
بان يسلمهم الينا ولا يكلمهم فان
قومهم اعلى بهم عينا واعلم بما
عابوا عليهم فقالوا لهما نعم ثم انهما
قدما هداياهما الى النجاشي فقبلها
منهما ثم كلماه فقالا له ايها الملك
انه قد ضوى الى بلدك منا غلمان
سفهاء فارقوا دين قومهم ولم

ہمراہ کر دیا گیا اور اُس کے درباری پادریون مین ایک
پادری بھی ایسا نہین چھوڑا گیا جس کے لیے عمدہ تحفہ
نہ بھیجا گیا ہو۔ چنانچہ اس سفارت کے لیے عبداللہ
ابن ربیعہ اور عمر عاص منتخب کیے گئے۔ قریش نے
انھین دونون آدمیون کو اپنے امور کا مختار بنایا اور
اُن سے کہا کہ تم نجاشی سے ملنے اور گفتگو کرنے سے پہلے
اُس کے درباری پادریون کی خدمت مین یہ تحائف
پہونچا دینا۔ اس کے بعد نجاشی سے ملنا۔ ہدایا پیش
کرنا اور مسلمانون سے گفتگو کرنے سے پہلے تم
نجاشی سے عرض کرنا کہ وہ مسلمانون کو تمھین حوالے
کر دے۔ حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ ان ہدایات کو
سُن کر عبداللہ ابن ربیعہ اور عمر عاص ملک حبشہ مین
پہونچے۔ ہم لوگ اُس وقت نجاشی کے سایۂ عاطفت
مین آرام و اطمینان کے ساتھ اپنے بہترین گھرون
مین رہتے تھے۔ حسب ہدایت قریش یہ دونون نجاشی
سے ملنے سے پہلے اُس کے درباری پادریون سے
ملے اور اُن مین سے ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ تحفے
اور ہدیے نذر دیے اور تمام پادریون سے اپنی
حقیقت حال یون کہی کہ اُن کے چند بے عقل اور
کم فہم غلام بھاگ کر بادشاہ کے ملک مین چلے آئے
ہین۔ اُنھون نے اپنے اور اپنی قوم کے دین مذہب کو

بدخلوا فی دینك وجاءوا بدین
ابتدعوه لانعرفه نحن ولا انت وقد
بعثنا الیك فیهم اشراف قومهم من
آبائهم واعمامهم وعشائرهم لیردهم
علیهم فهم اعلی بهم عینا واعلم
بما عابوا علیهم وعاتبوهم فیه قالت
ولم یکن شئ ابغض الی عبد الله
ابن ربیعۃ وعمرو بن العاص من ان یسمع
کلامهم النجاشی قالت فقالت بطارقته
حوله صدقا ایها الملك قومهم اعلی بهم
عینا واعلم بما عابوا علیهم فاسلمهم
الیهما فلیردّاهم الی بلادهم وقومهم
قالت فغضب النجاشی ثم قال لاها
الله اذا لا اسلمهم الیهما ولا یکاد
قوم جاوروني ونزلوا بلادی واختاروني
علی من سوای حتی ادعوهم فاسألهم
عما یقول هذان فی امرهم فان کانوا
کما یقولون اسلمتهم الیهما
ومارددتهم الی قومهم وان کانوا
علی غیر ذلك منعتهم منهم
واحسنت جوارهم ماجاوروني

چھوڑ دیا ہے اور نہ وہ اب دین عیسوی میں داخل ہیں اور نہ ہمارے مذہب میں اُنھوں نے اپنے لیے ایک ایسا دین بنالیا ہے جس سے نہ ہم واقف ہیں اور نہ آپ - اس لیے اُن کی قوم کے معزز لوگوں نے ہم لوگوں کو بادشاہ کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا ہے کہ اُن لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیا جاوے کہ ہم اُنکو اُن کی قوم میں پہونچا دیں آپ لوگوں سے استدعا ہے کہ جس وقت ہم بادشاہ سے اظہار مدعا کریں تو آپ لوگ مسلمانوں سے دریافت حال کرنے سے پہلے بادشاہ کو یہ مشورہ دیں کہ ان لوگوں سے کچھ پوچھا نہ جاوے اور یہ لوگ ہمارے حوالہ کر دیے جائیں اس لیے کہ ان کے ممتاز ین اور سر بر آوردگان قوم ان کے حالوں کے بہترین مبصر اور اُن کے عیوب سے کامل طور پر واقف ہیں - یہ سنکر سب پادریوں نے کہا اچھا - ایسا ہی ہوگا - اسکے بعد یہ لوگ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے اور اپنے تحائف ہمراہی لگئے گئے اور وہ قبول کر لیے گئے - بعد ازاں انھوں نے عرض کی کہ اے بادشاہ ہمارے چند نادان اور کم عقل غلام اپنا اور اپنی قوم کا دین چھوڑ کر آپ کے ملک میں چلے آئے ہیں اور آپ کے بھی دین میں داخل نہیں ہوئے ہیں - انھوں نے تو اپنے لیے ایک نیا

قالت ثم ارسل الی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدعاھم فلمّا جاءھم رسولہ اجتمعوا ثم قال بعضھم لبعض ما تقولون للرجل اذا جئتموہ قالوا نقول واللہ ما علمنا وما امرنا بہ نبیّنا کائنا فی ذلک ما ھو کائن فلمّا جاءوا وقد دعا النجاشی اساقفتہ فنشروا مصاحفھم حولہ سألھم ما ھذا الدّین الّذی قد فارقتم فیہ قومکم ولم تدخلوا فی دینی ولا فی دین احد من ھذہ الملل قالت فکان الّذی کلمہ جعفر بن ابی طالب۔

دین بنالیا ہے جس سے نہ ہم واقف ہین اور نہ حضور اس لیے ان کے ممتاز ین قوم نے جو قرابت مین انکے باپ۔ چچا اور بزرگان قبیلہ ہوتے ہین۔ ہم کو آپ کی خدمت مین بھیجا ہے کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ انکے پاس واپس بھیجدیے جائین کیونکہ وہ لوگ اُن کے حالات کے اعلم ہین اور اُن کے عیوب کے بدرجہ اولے ماہر ہین۔ اس لیے وہ ان سے رنجیدہ خاطر ہین۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہین کہ کوئی شے نجاشی کو عبداللہ ابن ربیعہ اور عمر عاص کی اس تقریر سے زیادہ رنج دہ اور ملال آور نہ معلوم ہوئی۔ لیکن وہ خاموش رہا۔ جب اُن کی تقریر ختم ہوگئی توحسب قرار داد دربار کے تمام پادریون نے متفق ہوکر بادشاہ سے عرض کی کہ یہ بالکل سچ کہتے ہین اور صلاح دی کہ بیشک ان کی قوم کے لوگ انکے حالات کے کامل مبصّر ہین اور ان کے عیوب کے پورے واقف اس لئے مناسب یہی ہے کہ یہ لوگ (مسلمان) انکے حوالہ کردیے جائین اور وہ انکے بزرگان قوم کو واپس دیے جائین۔ یہ سُنکر نجاشی کو طیش آگیا اور اُس نے کھل کر کہدیا کہ نہیں۔ خدا کی قسم۔ ہم ان لوگوں کو کبھی ان کے حوالہ نہ کرین گے۔ اور ان لوگون کے ساتھ دغا نہ کرینگے جو آپ سے میری حفاظت مین آئے اور میرے ملک میں

پناہ گزین ہوئے اور سوائے اس کے مین اس امر مین اپنا کوئی مختار سوائے اس کے اختیار نہ کرون گا کہ اُن کو اپنے سامنے بلا بھیجون اور اُن سے دونون سفیرون کے بیان کو کہدون اور پھر اُن سے اُن کے واپس دینے جانے کی نسبت دریافت کرون۔ اگر وہ مجھسے کہین گے کہ ہان وہ ان دونون آدمیون کے ہمراہ ملک و قوم کے پاس بھیجدیے جائین تو مین البتہ بھیجدونگا اور اگر اُن لوگون نے انکار کیا تو پھر مین انکو نہ جانے دون گا اور ان کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ محاسن سلوک کرونگا۔ یہ کہکر نجاشی نے اپنا ایک آدمی بھیجا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا بھیجا۔ جب بادشاہ کا قاصد ان کے پاس پہونچا تو یہ تمام لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور فیما بین یہ مشورہ کرنے لگے کہ جس شخص نے بلا بھیجا ہے اُس کے پاس جاکر کیا کہا جائے گا۔ سب نے بالاتفاق کہا قسم خدا کی ہم تو وہی کہین گے جو ہم کو ہمارے خدا اور رسول صلعم نے بتلایا ہے۔ اب جاہے جو ہونے والا ہو۔ وہ ہو۔ یہ مشورہ کرکے وہ نجاشی کے دربار مین حاضر ہوئے۔ نجاشی نے اپنے پادریون کو بھی بلالیا۔ مسلمان قرآن مجید سامنے کھول کر زمین پر بیٹھ گئے نجاشی نے پوچھا کہ وہ کون دین تم لوگون نے اختیار کیا ہے جس کے سبب سے تمھاری قوم نے تم کو چھوڑدیا ہی اور جس کی وجہ سے نہ تم میرے دین عیسائیت مین اور نہ کسی دوسرے مذہب و ملت مین داخل ہو۔ حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ بادشاہ کا یہ کلام سُن کر حضرت جعفر ابن ابیطالب نے یہ تقریر کی۔

دربار نجاشی مین حضرت جعفر کی تقریر

ایها الملك کنا قوما اهل جاهلیة نعبد الاصنام وناکل المیتة ونأتی الفواحش ونسئ الجوار ویاکل القوی الضعیف فکنا علی ذلك حتی بعث الله الینا رسولا منا نعرف نسبه وصدقه وامانته وعفافه فدعی الی الله لتوحیده ونعبده ونخلع ما کنا نعبد	اے بادشاہ۔ ہم لوگ ایک جاہل اور گمراہ قوم تھے بت پوجتے تھے اور مردار گوشت کھاتے تھے۔ بدکاریان کرتے تھے۔ ہمسایون کے ساتھ برائی سے پیش آتے تھے۔ زبردست کمزور کا مال کھاجاتا تھا اور ایک مدت سے ہماری یہ حالت چلی آتی تھی۔ یہان تک کہ خدا نے ہمارے ہی مین سے ہمارے پاس ایک نبی بھیجا۔ جس کی شرافت نسب اور راستبازی امانت و نیکوکاری سے ہم خوب واقف ہین پس اُس نے ہم کو ایک خدا کی طرف بلایا تاکہ ہم صرف اُسی کی ذات

نحن وآباؤنا من دونہ من الحجارة والاوثان وامرنا ان نعبد الله وحدہ ولانشرك بہ شیئا وامرنا بالصلوة والزكوة والصيام (فعدّد عليہ امور الاسلام - ثم قال) وامر بصدق الحديث واداء الامانة وصلة الرّحم وحسن الجوار والكف عن المحارم والدّماء ونهنا عن الفواحش وقول الزّور واكل مال اليتيم وقذف المحصنات فصدّقناہ واتّبعناہ على ماجاء بہ من الله تعالى فعبدنا الله تعالى وحدہ لانشرك بہ وحرّمنا ما حرّم الله علينا واحللنا ما حلّ لنا فعدى علينا قومنا فعذّبونا وفتنونا عن ديننا ليردّونا على عبادة الاوثان من عبادة الله تعالى وان نستحل ماكنا نستحل من الخبائث فلما قهرونا وظلمونا

کو خدا یقین کرین اور اسی کی عبادت کرین اور اُن بتون اور پتھرون کی پرستش چھوڑدین جنکو ہم اور ہمارے باپ دادا پوجتے تھے - اور حکم دیا کہ ہم صرف خدا ہی کی عبادت کرین اور کسی چیز کو - ذات وصفات و استحقاق عبادت مین اُس کا شریک نہ کرین اور ہمکو پانچون وقت نماز پڑھنے - اور سال بھر بعد بقیہ مال کا چالیسوان حصہ صدقہ دینے - اور ماہ رمضان مین بیماری اور سفر کے سوا روزہ رکھنے کا حکم دیا - (پھر ایک ایک کرکے تمام احکام اسلام اُسکے سامنے بیان کیے - اور کہا کہ) اُس پیغمبر نے ہمکو سچ بولنے - امانت کو اُس کے مالک کے پاس پہونچادینے قرابت والون سے رعایت ومروّت کرنے اور ہمسایون کے ساتھ نیکی سے پیش آنے اور بُرے اور حرام کامون اور خون خرابون سے بچنے کا حکم دیا اور بدکاریون اور جھوٹی گواہی دینے اور بن باپ مان والے بچون کا مال کھا لینے اور پاکدامن عورتون پر تہمت لگانے سے سخت منع کیا پس ہم نے اُس کو سچا جانا اور جو احکام خدا کی طرف سے اپنے پہونچائے اُن سب کی پیروی اختیار کی پس ہم صرف ایک خدا کی عبادت کرتے ہین اور کسی چیز کو کسی بات مین بھی اُسکا شریک نہین کرتے اور جو چیز خدا نے ہم پر حرام کردی اُسکو حرام اور جو حلال کردی ہے

وضیقوا علینا وحالوا بیننا وبین دیننا خرجنا الی بلادک واخترناک علی من سواک و رغبنا فی جوارک ورجونا ان لانظلم عندک یا ایها الملک۔

اُس کو حلال جانتے ہیں۔ پس اس بات پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی۔ اور طرح طرح سے ہمکو دکھ دیا۔ اور ہمکو ہمارے دین سے پھرانا چاہا کہ خدا کو چھوڑ کر پھر بتوں کو پوجنے لگیں اور جن بُری چیزوں کو ہم پہلے جائز سمجھتے تھے۔ اُن کو پھر جائز سمجھیں۔ پس جبکہ اُنھوں نے ہم کو نہایت عاجز کردیا اور طرح طرح کے ظلم کیے۔ اور نہایت تنگ اور دق کیا۔ اور ہمارے مزاحم ہوئے تو ہم اپنا وطن چھوڑ کر تجھ کو اور بادشاہوں کے مقابلہ میں بہتر جان کر تیرے ملک میں چلے آئے۔ اور یہ امید کرکے کہ تیری موجودگی میں کوئی شخص ہم پر ظلم نہ کرسکے گا تیری پناہ اختیار کرلی۔

اس واقعہ میں تاریخوں کی فروگذاشت

حیات القلوب اور ملا مجلسی علیہ الرحمۃ نے مفصلہ ذیل عبارت میں اس واقعہ کو لکھا ہے۔ جس میں حضرت جعفرؑ کی ابتدائی حصہ تقریر اور نیز جابجا اکثر حصہ واقعات کو اکثر تاریخ نویسوں اور سیرت نگاروں نے چھوڑ دیا ہے۔ حیات القلوب کی اصل عبارت یہ ہے۔

نجاشی جعفر را طلبید۔ ابن مسعود گفت کہ چون بنزد نجاشی می رفتیم جعفر گفت شما مگوئید سخن و مکالمہ بادشاہ را بمن واگذارید۔ چون داخل مجلس شدیم امرائے نجاشی گفتند سجدہ کنید جعفر گفت ماغیر خدا را سجدہ نمی کنیم چون نجاشی رسالت قریش را نقل کرد جعفر گفت از ایشان بپرس کہ آیا ما بندہ ایشانیم عمر عاص گفت نہ۔ بلکہ آزاد و بزرگواران قوم ہستند جعفر گفت بپرس آیا از ما قرضے طلب می دارند

نجاشی نے جعفر کو بلا بھیجا۔ ابن مسعود نے کہا کہ جب ہم لوگ جعفر کی ہمراہی میں دربار شاہی میں جانے لگے تو جعفر نے کہا تم میں سے کوئی شخص تقریر نہ کرے بادشاہ سے جو کچھ کہنا ہوگا وہ ہمیں تنہا کہیں گے جب ہم لوگ دربار شاہی میں داخل ہوئے تو نجاشی کے امرائے دربار نے کہا کہ بادشاہ کو سجدہ کرو جعفر نے نہایت آزادی سے کہا کہ ہم لوگ سوائے خدا کے اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ نجاشی نے جب ان سے سفیران قریش کے مدعائے رسالت کے متعلق استفسار کیا تو جعفر نے کہا کہ ان سے پوچھا

عمر گفت از شما طلبے نداریم جعفر گفت بپرس
آیا از ما خونے طلب دارند عمر گفت نہ جعفر گفت
پس چہ می خواہید از ما - آزار ما بسیار گردید
و ما از آزار شما بیرون آمدیم عمر گفت اے
بادشاہ این مخالفت ما می کنند در دین ما
و خدایان ما را دشنام می دہند و جوانان ما را
از دین می گردانند و جماعت ما را پراگندہ
می کنند - ایشان را بمن دہ تا امر ما مجتمع گردد
جعفر گفت اے بادشاہ سبب مخالفت ما
با ایشان این است کہ حق تعالی پیغمبرے در میان فرستادہ
است کہ ما را امر می کند - از براے خدا
شریکے قرار ندہیم و بغیر خداوند یکتا کسی را
نہ پرستیم و قمار نہ بازیم و ما را امر می کند
بکردن نماز و دادن زکوٰۃ و عدالت و احسان
و نیکی با خویشان و نہی میکند مایان را از
بدیہا ظلم و ستم و ریختن خون مردم بناحق
و از زناد باز رد از خوردن مردار و خون
و آن پیغمبر ہمان است کہ عیسیٰ بشارت
داد و بآمدن او و نام او احمد است
نجاشی گفت حق تعالی عیسیٰ را نیز ہمین
طریقہ تعلیم فرستادہ بود نجاشی را طریقہ گفتار

جاوے کہ آیا ہم ان لوگون کے غلام ہین کہ بھاگ کر آئے ہین
اور یہ ہمین واپس لینا چاہتے ہین - عمر عاص نے کہا یہ سب
احرار اور بزرگوار قوم ہین - جعفر نے کہا ان سے پوچھا جاوے
کہ ہم ان کے قرضدار ہین - جس کے لیے ہمین یہ طلب کرتے ہین
عمر عاص نے کہا نہین ہمارا کوئی قرض ان پر نہین ہے
جعفر نے کہا ان سے پوچھا جاوے کہ ہم ان کے قبیلون مین سے
کسی کا خون کر کے یہان آئے ہین جسکے لیے یہ ہمکو طلب
کرتے ہین - عمر عاص نے کہا نہین - جعفر نے کہا پھر ان سے پوچھا
جاوے کہ یہ پھر کس حق سے ہمکو طلب کرنے آئے ہین حقیقت
یہ ہے کہ جب انکے مظالم و شدائد ہمپر بہت زیادہ بڑھ گئے تو ہم
اپنے ملک و وطن کو چھوڑ کر یہان چلے آئے - عمر عاص نے کہا
اے بادشاہ یہ ہمارے دین مین ہماری مخالفت کرتے ہین ہمارے
خداؤن کو بُرا کہتے ہین - ہمارے جوانون کو ہمارے دین سے برگشتہ
کرتے ہین اسی طرح سے کہ ہماری اتفاق اتحاد باہمی مین اختلاف پیدا کرتے
ہین ان لوگونکو ہمارے حوالہ کر دیا جائے کہ ہمارا اتفاق اتحاد باہمی مرتب ہو جاوے
یہ سنکر جعفر نے کہا کہ اے بادشاہ ان کے ساتھ ہمارے اختلاف کا
باعث یہ ہے کہ خداوند عالم نے ہمارے لیے ہمارے درمیان ایک
پیغمبر بھیجا ہے وہ خدا کی طرف سے ہمکو حکم کرتا ہے کہ ہم خدا کی
عبادت کرین کسی کو شریک نہ کرین اور سواے خداے واحد کے
کسی اور کی پرستش نہ کرین - جوا نہ کھیلین - شراب نہ پئین جھوٹ
نہ بولین - بلکہ نماز پڑھین - زکوٰۃ دین - اور دوسرون کے

جعفر بسیار خوش آمد۔
ص ۲۹۵ جلد دوم

ساتھ عدالت۔ احسان اور نیکی کرین۔ اور وہ ہمکو برائی کرنے۔ ظلم وستم کرنے۔ اور آدمی کا خون ناحق کرنے۔ زنا کرنے۔ سُود کھانے۔ اور مردار و خون کھانے سے منع کرتا ہے اور اے بادشاہ یہ وہی پیغمبر ہے جس کے آنے کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی اور اس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتلایا ہے نجاشی نے کہا خدا کی قسم حضرت عیسیٰؑ بھی خدا کی طرف سے یہی تعلیم لیکر آئے تھے۔ اور نجاشی کو حضرت جعفرؑ کا یہ حسن تقریر بہت پسند آیا۔

اس کے بعد ام سلمہ فرماتی ہین۔

حضرت عیسیٰؑ کے بارہ مین نجاشی کا استفسار اور حضرت جعفرؑ کا جواب

قال لہ النجاشی هل معك مما جاء به عن الله من شئ فقال له جعفر نعم فقال له النجاشی فاقرء علیّ فقالت فقرأ علیه صدرا من کھیعص قالت فبکی والله النجاشی حتی اخضلت لحیته وبکت اساقفته حتی اخضلوا مصاحفهم حین ما سمعوا ما قرأ علیهم ثم قال النجاشی ان هذا والذی جاء به عیسی یخرج من مشکواة واحدة۔ انطلقا فلا والله لا اسلمهم الیکم ولا یکادون۔

نجاشی نے پھر پوچھا کہ تم لوگون کے پاس خدا کے بھیجے ہوئے اشیا سے کچھ موجود ہے۔ جعفرؑ نے جواب دیا۔ ہان ہے نجاشی نے کہا اچھا اُسے سُناؤ تو۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہین کہ حضرت جعفرؑ نے سورہ کھیعص کی ابتدائی آیتین تلاوت فرمائین۔ اُن کو سن کر خدا کی قسم نجاشی اسقدر رویا کہ اُس کی داڑھی آنسوؤن سے تر ہوگئی اور اُسکے درباری پادری بھی سب کے سب قرآن مجید کی ان آیتون کو سنکر جو اُن کے سامنے پڑھی گئی تھین اتنا روئے کہ اُنکے صحیفے آنسوؤن سے تربتر ہوگئے۔ اسکے بعد نجاشی نے کہا۔ کہ یہ کلام اور وہ جو حضرت عیسیٰؑ پہ اُتارا گیا ہے ایک ہی شمع کے نور ہین۔ پھر سفراء قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم لوگ چلے جاؤ۔ ہم ان لوگون کو تم لوگون کو کبھی واپس نہ دینگے اور ان لوگون سے کبھی دغا نہ کرین گے۔"

قرآن مجید مین نجاشی اور اُسکے درباریون کی اثرپذیری کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ مائدہ کی فصل ذیل آیتین ان کی حقیقت کا انکشاف کرتی ہین

قرآن مجید اور اس واقعہ کی تصدیق

لتجدن اشد النّاس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودّۃ للذین اٰمنوا الّذین قالوا انّا نصٰری ذلک بانّ منھم قسّیسین ورھبانًا وانھم لا یستکبرون واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدّمع ممّا عرفوا من الحق یقولون ربّنا اٰمنّا فاکتبنا مع الشاھدین۔	(اے پیغمبر) مسلمانون کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے یہود اور مشرکین کو تم بہت لوگون مین اُن کو قریب ترپاؤ گے جو کہتے ہین ہم نصاریٰ ہین (مسلمانون کی طرف نصاریٰ کا) یہ (میلان) اس سبب سے ہے کہ اُن مین علما اور مشائخ ہین اور (نیز) یہ کہ یہ لوگ تکبر نہین کرتے اور جب (قرآن کو) سنتے ہین جو رسول پر اُتارا گیا ہے۔ تو اے مخاطب تو دیکھتا ہے اُن کی آنکھون کو کہ اُن سے آنسو جاری ہین اس لیے کہ اُنھون نے پہچان لیا ہے حق بات کو (قرآن کو سنکر) دعا مانگتے ہین کہ اے پروردگار ہم تو ایمان لائے (تو دین حق کے) تصدیق کرنے والون کے ساتھ ہمکو بھی لکھ رکھ۔ (ترجمہ حافظ نذیر احمد صاحب مطبوعہ دہلی ص ۱۹۲)

کفار قریش کی دوسری مخالفانہ تدبیر

کفار قریش کی سیہ بختی اور تیرہ قلبی ایسی کیا تھی کہ ان روحانی مشاہدات کے بعد بھی انوار ہدایت سے اثرپذیر ہوتے۔ ان سیاہ قلبون نے ان معاملات سے متاثر ہونے کی جگہ نجاشی کو مسلمانون کے خلاف اُبھارنے کی ایک نئی تدبیر سوچی۔ ابن ہشام جناب ام سلمہ کی زبانی لکھتے ہین۔

فلما خرجا من عندہ قال عمر عاص واللہ لاٰتینہ غدا عنھم بما استاصل بہ خضراءھم قالت فقال لہ	جب وہ دونون سفیر قریش واپس آئے تو عمر عاص نے کہا کہ کل ہم وہ ترکیب کرینگے کہ یہ مسلمان جڑ پیڑ سے اُکھڑ جائین۔ عبد اللہ ابن ربیعہ جو اہل عرب مین ایک

عبد اللہ ابن ربیعۃ وکان انقی الرّجلین فینا لاتفعل فانّ لھم ارحاما وان کانوا قد خالفونا قال واللہ لاخبرتہ انھم یزعمون ان عیسی ابن مریم عبد قالت ثم غدا علیہ الغدّ فقال یھا الملک انھم یقولون فی عیسی ابن مریم قولا عظیما فارسل الیھم یسالھم عنہ۔	نرم مزاج شخص تھا کہنے لگا کہ نہین۔ ایسا نہ کرو۔ آخر وہ لوگ بھی صاحب قبیلہ ہین۔ اُن کے تمام قریبی قبیلے ہمارے مخالف ہو جائینگے۔ عمر عاص بولا کچھ بھی ہو۔ کل تو ہم نجاشی سے ضرور کہین گے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا (بیٹا نہین) بندہ کہتے ہین۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو عمر عاص پھر نجاشی کے دربار مین پہونچا اور کہنے لگا۔ اے بادشاہ یہ لوگ (مسلمان) تو حضرت عیسیٰ کے متعلق عجیب غریب اقوال مشہور کرتے ہین اُن کو آپ بلا بھیجین اور دریافت فرمائین۔ چنانچہ یہ سُن کر نجاشی متعجب ہوا اور بلا بھیجا۔

مسلمانون کا عام اضطرار

ابن ہشام اس موقع پر حضرت اُم سلمہؓ کی زبانی مسلمانون کا اضطرار اور انتشار ایک طرف اور اُن کے استقلال و استقرار فی الدین کی کیفیت دوسری طرف ان الفاظ و عبارت مین لکھتے ہین۔

قالت ولم ینزل بنا مثلھا قط فاجتمع القوم ثم قال بعضھم لبعض ماذا تقولون فی عیسی ابن مریم اذا سألکم عنہ قالوا نقول واللہ ما قال اللہ وما جاءنا بہ نبیّنا کائنا فی ذلک ما ھو کائن۔	حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہین کہ ایسے سخت اضطراب کا وقت ہم لوگون پر آج تک نہین پڑا تھا۔ پھر تمام لوگ جمع ہوئے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کی نسبت جو سوال کیا جاوے گا تو جواب مین کیا کہا جائے گا سب نے بالاتفاق یہی کہا کہ ہم تو وہی کہین گے جو ہمارے خدا نے اور جو کچھ ہمارے پیغمبر نے بذریعہ وحی الٰہی اُن کی نسبت ہم کو بتلایا ہے اب چاہے اس کے لیے ہمارے اوپر جو ہونے والا ہو ہو جائے۔

اس کے آگے ابن ہشام اُنھین محترمہ کی زبانی لکھتے ہین۔

قالت فلما دخلوا علیہ قال لھم ماذا تقولون فی عیسی بن مریم قالت فقال جعفر بن ابیطالب نقول فیہ الذی جاء نا بہ نبینا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ھو عبد اللہ ورسولہ و روحہ وکلمتہ القاھا الی مریم العذراء البتول قالت فضرب النجاشی بیدہ الی الارض فاخذ منھا عودا ثم قال واللہ ما عدا عیسی ابن مریم مما قلت ھذا العود قالت فتناخرت بطارقتہ حولہ حین قال ما قال فقال وان نخرتم واللہ اذھبوا فانتم شیوم بارضی ۔

جب مسلمان نجاشی کے سامنے حاضر ہوئے تو نجاشی نے پوچھا کہ تم لوگ جناب عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی نسبت کیا کہتے ہو حضرت ام سلمہ کہتی ہین کہ حضرت جعفر ابن ابیطالب نے کہا کہ ہمارے پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت عیسیٰ ابن مریم کی نسبت جو کچھ بذریعہ وحی الٰہی نازل فرمایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بندے تھے اور اُس کے رسول ۔ اُس کی روح تھے اور اُس کے کلمات جو حضرت مریم ۔ بتول العذراء (خاتون دوشیزہ معصومہ) کی طرف القا فرمائے گئے تھے ۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہین کہ جعفر سے یہ کلمات سنکر نجاشی زمین کی طرف جھک پڑا اور اُس نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ خدا کی قسم جو کچھ کہ حضرت عیسیٰ کی نسبت ان لوگون نے بیان کیا ہے اس تنکے سے بھی حضرت عیسیٰ اُس سے زیادہ نہین ہین ۔ نجاشی کی تقریر سنکر اُس کے درباری پادری بہت برافروختہ ہوئے اور غصے مین اپنے نتھنے پھلانے لگے اور اُن مین اور نجاشی مین گفتگو ہونے لگی نجاشی نے اُن سے ڈانٹ کر کہا کہ تم لوگ ہمارے ملک مین بدترین قوم ہو ۔

حضرت جعفر کی تقریر سے متاثر ہو کر نجاشی کی تصدیق اسلام

حیات القلوب مین اس واقعہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ مفصلہ ذیل عبارت مین لکھا ہے ۔

عمر عاص گفت اے بادشاہ اینہا مخالفت تو می نمایند در امر عیسیٰ ۔ نجاشی با جعفر گفت

عمر عاص نے کہا اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کے بارے مین آپ کے عقائد سے مخالفت کرتے ہین ۔

چہ میگوید پیغمبر شما در باب عیسیٰؑ جعفر گفت
میگوید در حق عیسیٰؑ انچہ خدا در حق او فرمودہ
است کہ روح خدا و کلمہ اوست کہ بیرون
آوردہ است از دخترے کہ مردان دست بر او
نہ گزاشتہ اند پس نجاشی رو بعلماے خود
کرد و گفت زیادہ تر ازاین در باب عیسیٰؑ
نمی توان گفت پس با جعفرؓ گفت آیا
در خاطر خود داری چیزے از آنہا کہ پیغمبر تو
ز جانب خدا آوردہ است در باب عیسیٰؑ.
جعفرؓ گفت بلے۔ و شروع کرد بخواندن
سورۂ مریم تا بآنجا رسید وھزی الیك
بجذع النخلۃ تساقط علیك رطبا جنیا
فکلی واشربی وقری عینا
پس نجاشی و جمیع علماے نصاری کہ در مجلس
او بودند ہمہ بگریہ آفتادند و بسیار بگریستند و نجاشی
گفت مرحبا بشما و بہ آنکہ شما از پیش او آمدہ اید
گواہی میدہم کہ او پیغمبر خداست، و اوست
آنکہ عیسیٰؑ ابن مریم باو بشارت دادہ است
و اگر پادشاہی مرا مانع نبودے ہر آئنہ می آمدم
و کفش او را برمی داشتم۔ بروید کہ شما ایمن
اید و کسے را با شما دستے نیست و امر کرد کہ

نجاشی نے پوچھا کہ اے جعفرؓ تمھارے پیغمبرؐ نے تمھیں حضرت
عیسیٰؑ کے متعلق کیا بتلایا ہے جعفرؓ نے جواب دیا کہ ہمارے
پیغمبرؐ نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق وہی بتلایا ہے جو خداے
تعالیٰ نے اُنپر بذریعۂ وحی نازل فرمایا ہے اور وہ یہ ہے
کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بندے ہیں۔ اُسکی روح ہین اُسکے
وہ کلمات ہین جو ایک کنواری خاتون کے بطن سے متولد
ہوئے ہین۔ جعفرؓ کے یہ کلمات سنکر نجاشی نے اپنے علماء
کی طرف دیکھا اور کہا کہ خدا کی قسم جناب عیسیٰ کا مقدار
وجود اس سے زیادہ نہین بتلایا جا سکتا پھر جعفرؓ سے
مخاطب ہوکر کہا کہ خداے تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے
بارے مین جو تمھارے پیغمبرؐ پر وحی نازل فرمائی ہو۔ اسمین سے
اگر تمکو کچھ یاد ہو تو پڑھکر سناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم
کی تلاوت شروع کی اور جب اس آیت پر پہونچے کہ
(اُے مریمؑ) اس کھجور کی جڑ کو (پکڑکر) اپنی طرف ہلاؤ
تمپر پکّی پکّی تازہ کھجورین جھڑ پڑین گی۔ پھر (مزے سے)
کھجورین کھاؤ اور (چشمے کا) پانی پیو۔ اور (بیٹے کو دیکھکر)
اپنی آنکھین ٹھنڈی کرو۔ تو نجاشی اور اُسکے درباری
علماے نصاریٰ سب کے سب جو اُس مجلس مین حاضر تھے
رونے لگے اور دیر تک خوب روتے رہے۔ نجاشی نے کہا
تمپر (اے مسلمانو) تحسین ہو اور اُس بزرگ پر جسکے
پاس سے تم آرہے ہو اور مین گواہی دیتا ہون کہ

برای ایشان طعام وجامہ وما یحتاج ایشان	کہ وہ بزرگ خدا کا پیغمبر ہے اور وہ وہی خاصہ خدا ہے
را بدہند پس عمر عاص گفت اینہا مخالف	جس کی بشارت حضرت عیسیٰ مریمؑ نے دی ہے۔ اگر امور
دین مانند ایشان را بما بدہ۔ نجاشی	سلطنت مانع نہ ہوتے تو بلا عذر مین اُنکی خدمت مین حاضر
دست بروی او زد وگفت ساکت شو	ہوکر اُنکی نعلین مبارک اپنی آنکھون سے لگاتا۔ تم لوگ اپنے
اگر دین او را بد می گوئی من ترا بقتل میرسانم	اپنے مقام کو واپس جاؤ اور آرام واطمینان سے رہو۔ کوئی
وحکم کرد کہ ہدیہ او را رد کردند ص ۲۹۶ ج ۲	شخص تمپر ہاتھ اُٹھا نہین سکتا۔ پھر اسکے بعد نجاشی نے حکم دیا کہ
مطبوعہ لکھنؤ	خزانہ شاہی سے انکو کھانے پینے اور پہننے اور تمام ضروریات

روزمرہ کی چیزین مہیا کردی جایئن۔ عمر عاص نے عرض کی کہ اے بادشاہ انھین ہمارے حوالہ کردے کہ یہ ہمارے دین کے مخالف ہین۔ یہ سنکر نجاشی نے اُس کے مُنھ پر ہاتھ مار کر کہا۔ چُپ رہ۔ اگر تم اُس کے دین (دین محمد صلعم) کو بُرا کہوگے تو ابھی مین تمھین قتل کرادون گا۔ اور اُسیوقت عمر عاص کے تمام تحفے اور ہدیے واپس کردیے

حضرت جعفرؓ کے تبلیغی [illegible] اسلامی پر تبصرہ

اس مین کسی کو کلام نہین ہوسکتا کہ قریش کی سفارت اگر اپنی مقصد انگیزیون مین کامیاب ہوجاتی۔ تو غریب مہاجرین اسلام کی تمام امیدین خاک مین لمجاتین پھر مصیبت زدگان اسلام کہین کے بھی نہ رہتے۔ نہ ملک حبشہ مین رہنے پاتے اور نہ وطن وملک مین واپس جاتے۔ اس لیے کہ اگر ملک حبش مین رہتے تو حکم شاہی رہنے نہین دیتا۔ اگر ملک و وطن مین جاتے تو دروازے پر چڑھنے نہ پاتے۔ اور کچھ نہین تو یہ کہکر ضرور نکالدیے جاتے کہ جس موقع ومقام کو تم خود چھوڑ کر چلے گئے تھے اب وہان کیون آئے۔ غرضکہ اسلام اسیوقت محض بے یار و دیار ہوکر تباہ و برباد ہوجاتا۔

اسی کے ساتھ ساتھ واقعات تاریخی صاف بتلا رہے ہین کہ مشرکین قریش نے اپنی تدبیر کی کامیابی مین اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا۔ مکہ کے اور حجاز کے گران بہا تحائف بادشاہ اور اُس کے درباریون کے لیے ملک حبش مین پہونچے۔ اور نجاشی کے تمام درباری پادریون کو بڑے بڑے تحفے اور رشوت کی بڑی بڑی رقمین دین اور اپنی طرف کرلیا۔ جیساکہ

ابن ہشام صفحہ ۱۷۰ مین باتفصیل لکھا ہے) لیکن حضرت جعفرؓ کی راسخ الایمانی اور معجز بیانی نے دشمنون کی تمام سلسلہ جنبانی اور ریشہ دوانی کو خاک مین ملادیا - اور کمال استقلال اپنے مقالات مین ملک و قوم کی کفر و ضلالت - جہالت و غفلت - عداوت و شقاوت قوی دلیل اور کامل تفصیل کے ساتھ بیان کی اور اسی کے ساتھ اسلام اور بانی اسلام علیہ وآلہ السلام کے محاسن تعلیم اور فیوض ہدایت - اُس کے اصول اُس کے روحانی اور اخلاقی اور قومی احکام و فرامین اس خوبی اور خوش اسلوبی سے ظاہر و ثابت فرمائے کہ حاضرین اور تمام سامعین دربار شاہی کو حق و باطل - عالم و جاہل ظالم و عادل کا امتیاز خاص معلوم ہو گیا اور تمام دربار مین ان کی معجز نما گویائی اور تقریر کی صفائی نے وہ اثر کیا کہ دربار کے کھڑے بیٹھے رونے لگے - اور خود بادشاہ کا دامن بھی آنسوؤن سے لبریز ہو گیا -

حقیقتاً حضرت جعفر بن ابی طالب کی یہ تقریر اسلام کے حق مین اکسیر کا کام کر گئی - نجاشی اور اُسکی رعایا اُسوقت تک مسلمانون کو محض غریب الوطن - نادار اور غربا کی جماعت سمجھکر اُنکے ساتھ ہمدردی اور اعانت کا خیال رکھتے تھے - لیکن حضرت جعفرؓ کی اس تقریر نے ثابت کردیا کہ وہ بڑی زندہ قوم ہونے والے ہین - اور ان کا مذہب جس کی تعلیم و اشاعت اسوقت اُن کی تمام مصیبتون کا باعث ہوئی ہے حقیقت مین تمام اخلاقیات و روحانیات کا مخزن ہے - اسلام کی تعلیم و ہدایت سے مستفیض ہو کر یہی نارسان - نادار اور بے یار و بے دیار قوم اپنے ملک وطن کے علاوہ ممالک غیر کی تاجدار - اور معمورۂ عالم مین جملہ اصناف علوم و فنون کی موجد معلم تسلیم کی جائے گی -

یہ مسلمانون کی پہلی بلائے عظیم تھی - جو حضرت جعفرؓ کی حسن تقریر نے اپنی قوت سے کاٹ دی مگر ظالمین وقت کی طرف سے ابھی اس کا سلسلہ ختم نہین ہوا تھا - اُنھون نے بادشاہ اور اُسکے درباری پادریون سے پہلے ان کی تقریرات کے اثرات زائل کردینے کیلیے دوسری ترکیب نکالی اور وہ حقیقتاً اگر کامیاب ہو جاتی تو ملک حبش سے اسلام اور اہل اسلام کی بیخکنی کے لیے پورے

طور سے کافی تھے۔ اس لیے کہ نجاشی خود بھی مذہباً عیسائی تھا اور اُس کی تمام رعایا بھی عیسائی۔ اور اُس زمانہ مین حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے کا مسئلہ عیسائیت کا اصول اول قرار پا چکا تھا اور اسلام کی توحید خالص کی تعلیم اس کے بالکل مخالف تھی۔

اس بنا پر عمر عاص نے بادشاہ کو اپنے محاسن اخلاقی کے اعتبار سے مسلمانون کی طرف سے روگردان کرنے مین اپنی ناکامیابی کا یقین کر لیا تو اُس نے اُس کو مخالفت مذہبی کے طریقہ سے مسلمانون کے اخراج پر آمادہ کرنا چاہا اور حقیقت مین ایسی ظاہری مذہبی مخالفت تھی جو طرفین سے ناقابل اصلاح تھی۔ اس لیے کہ مسلمان اپنی توحید کو چھوڑ سکتے تھے اور نہ عیسائی اپنی تثلیث کو۔ نتیجہ کیا ہوتا۔ مسلمانون کی طرف سے بادشاہ کی رنجیدگی اور کشیدگی بڑھتی اور یہی کفار قریش کا مدعائے اصلی تھا۔ اور اسی سے مسلمانون کی سب سے بگڑنے والی تھی اور کفار قریش کی بننے والی۔

لیکن مشاہدہ تاریخی بتلا رہے ہین واقعات سیرت ثابت کر رہے ہین کہ حضرت جعفرؓ نے اس موقع پر جس قدر اپنی طاقت زبانی کا اظہار فرمایا اُسی قدر اپنی قوت ایمانی کا۔ نہ اُن کی زور تقریر کو قریش کی قوت مجموعی دبا سکی اور نہ ان کے دین و ایمان کے کمال استقلال کو نجاشی کی شاہانہ ہیبت و سطوت جنبش مین لا سکی انھون نے نہایت آزادی - دلیری اور جگرداری سے نجاشی کے بھرے دربار مین - عقائد اسلامی کے نقطہ اعتبار سے حضرت عیسیٰ مریمؑ کی اصلی اور حقیقی مقدار خلقت بتلا دی - جس کو سوائے متعصب اور راشی پادریون کے علاوہ خود نجاشی اور تمام اہل دربار نے قبول کر لیا - اور نجاشی نے تو اُسیوقت تمام امرا و علماء سے دربار کے سامنے اعتراف بھی کر دیا۔ اور ایک تنکا اُٹھا کر تمثیلاً بتلا بھی دیا کہ مسلمانون کے موجودہ عقیدہ سے - اس تنکے سے بھی زائد وجود عیسیٰ کی حقیقت بڑھ نہین سکتی "

محققین حق بین کی نگاہون مین اس نازک اور خوفناک موقع پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے متعلق حضرت جعفرؓ کی تقریر مین جو کام کر گئین وہ آیندہ کفر و اسلام کے جنگی معرکون مین بڑے بڑے

مجاہدین اسلام کی شمشیرین بھی نکر سکین - حضرت جعفر نے غیر ملک - غیر قوم - غیر جنس کے دربار شاہی مین اور علاوہ اس کے اپنے دشمنون کی ان مغویانہ اور مکارانہ تدبیرون کے عین موجودگی مین اسلام کو تباہی و بربادی سے بچا ہی نہین لیا بلکہ اُس ملک اور ملک والون کے دلون مین اسلام کی بنیادین قائم کردین اور پھر اس استحکام و استقلال کے ساتھ کہ ملک حبشہ کا اسلامی اساس مذہبی آجتک اُنھین پر قائم ہے -

تاریخ مذہب کے پڑھنے والے اور واقعات عالم کی سیر کرنے والے جانتے ہین کہ ملک حبشہ مین عیسائیت نہایت قدیم زمانہ سے ملکی مذہب کی حیثیت خاص رکھتی تھی اور یہان کے علماے عیسائیت بھی اپنی قابلیت وجامعیت اور تعلیم ہدایت مین مشائخ روم واسکندریہ سے فروتر نہین تھے - عیسائیت کے ایسے قدیم مرکزیت سے اور اُس کے اصول کو عام قلوب سے مٹانا یا کم سے کم اُس کی قدیم بیخ وبُن کو جنبش مین لانا آسان کام نہین تھا - حقیقت حال تو یہ ثابت کرتی ہے کہ حضرت جعفرؑ کی زبان نے لب عیسیٰ کا کام دیا ہے اور حبش کے جاہل اور مردہ اقوام مین اسلام کی روح پیدا کر دی ہے اور خداے واحد کی حقیقی اعتبار سے اُن کے قلوب نے احساس مین جان ڈالدی - تصرفات قدرت کے لطائف وعجائب پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو ان واقعات مین اُس کی تدبیر قدرت کی لطف انگیز ندرت پائی جاتی ہے -

یہ تو ظاہر ہے کہ اسوقت تک مہاجرین اسلام نے سواے پناہ گزینی کے ملک حبش مین اسلام کی تبلیغ وتعلیم کی کوئی سلسلہ جنبانی نہین کی تھی - اور نہ اسکے متعلق ایک حرف بھی کسی نے کبھی اپنے مُنھ سے نکالا - جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خلاف مصلحت وقتی سمجھکر مسلمانون کو اس کی اجازت بھی نہین دی تھی - کیونکہ گھر مین تو اسلام کی اشاعت کے باعث اپنی مخالفت کے اتنے طوفان اُٹھائے گئے - اسلام کی تبلیغ وتعلیم اگر بیرونی ممالک مین شروع کی جاتی تو خدا جانے کتنے سر بفلک فتنہ وفساد برپا

کیے جاتے اس بنا پر تبلیغ اسلامی کی یہ تجویز ایک وقت خاص تک روک لی گئی - ورنہ - اس سے تو اسلام کا آغاز ہی مین خاتمہ ہو جاتا -

لیکن قدرت نے اپنی جبروت کا یون اظہار کر دیا کہ خود کفار قریش سے تبلیغ اسلام کے اسباب فراہم کرائے ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد - کی حقیقی مثال اور اصلی صورت دکھادی - عمر عاص کی مغویانہ اور مکارانہ تدبیر نے نجاشی کے دربار عام مین تثلیث قدیم کے سامنے پہلے پہل توحید خالص کے مسائل پیش کر کے پہلے شاہی قبولیت خاص اور پھر قومی ایجاب عام کے درجہ تک پہونچایا - قدرت کی اس ندرت کو تو دیکھیے کہ آخرکار خود عمر عاص کو بھی اسی مقام اور اسی مجمع مین ایک دن اسی اول خطیب اسلامی حضرت جعفر ابن ابی طالب نامی کے ہاتھ پر اسلام کا اقرار و اظہار کرنا پڑا - جیسا کہ بہت جلد ہمارے سلسلۂ بیان سے ظاہر ہوگا - واللہ یفعل ما یشاء ان اللہ علی کل شئی قدیر

ابھی اس واقعہ مین ہمکو ایک ضروری نکتہ بتلا دینا لازمی ہے اور وہ یہ ہے کہ مہاجرین اسلامی کی موجودہ جماعت مین حضرت جعفر کی اس انتخاب خطابت پر صحابہ مہاجرین کو ان کی کس خصوصیت اور فضیلت نے مجبور کر دیا تھا اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے اور سبب اس کا بالکل صاف - اس کا سمجھ لینا بالکل آسان ہے - اور وہ یہ ہے کہ اسلام اسوقت تک بالکل قلبی اور روحانی صداقت مین ڈوبا ہوا تھا - خارجی اور بیرونی تصرفات سے اُس کا دامن عقیدت بالکل پاک وصاف تھا - وہ حضرت جعفرؓ کی ذاتی عظمت - رسول اللہ صلعم کے ساتھ ان کی ذاتی قرابت اور قدیمی صحبت و رفاقت اور اصول اسلام سے ان کی معرفت و مہارت کو خوب جانتے تھے انھون نے نہایت دانشمندی اور نیک نیتی سے اپنا خطیب اور اپنا نمایندہ مقرر کرنے کے مسئلہ پر غور کیا - اور اسی کے ساتھ موقع کی اہمیت و نزاکت فضاے ماحول کی ہیبتناک اور دہشت انگیز صورت - مخالف مذہب بادشاہ ملک و وقت کی سطوت - خصوصًا مذہبی عقائد کے اختلافی مسائل کی تفصیل و بیان مین اُس کے سامنے آزادانہ اور دلیرانہ استقلال

وتہمت قائم رکھنے کی ضرورت مخالفین کی برسر موقع مجمع احتجاج مین موجودگی اور شرکت کے تمام گردوپیش
حالات ومشاہدات کے علاوہ بقاے اسلام اور اپنی حفاظت جان ومال کی ضرورتون کو بھی پیش نظر
رکھکر اپنی جماعت موجودہ مین سے ایک ایسی فرد خاص کی تلاش وتجسس اختیار کیا جس مین یہ
تمام اوصاف موجود ہون اور وہ اُن کی تمام جماعت مین اسلام کی کامل معرفت رکھنے والا
اور مخالف کے مقابلہ مین احتجاج استدلالیہ کے ساتھ ثابت کرنے والا اور ایسے موقع پر
رعب وسطوت ملوکانہ سے نہین دبنے والا - اور اپنی کامل الاسلامی اور راسخ الایمانی پر
اس ہمت واستقلال سے قائم رہنے والا سواے جعفر ابن ابی طالب کے کوئی دوسرا نہ ملا -
یہ کیون ؟ اس لیے کہ مہاجرین حبشہ مین شہنشاہ رسالت کے اصحاب خاص تو سب ہی تھے
مگر ارباب خاص سواے حضرت جعفرؑ کے کوئی بھی نہین تھا - یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت قریبہ - صحبت ورفاقت سابقہ اور آپ کی تعلیم
وہدایت کے اعتبار خاص سے اصول اسلامی کی حقیقی معرفت پر جتنا حضرت جعفرؑ کو عبور کامل
ہو سکتا اُتنا کسی دوسرے کو نہین - اسی خصوصیت خاص کے لحاظ سے عقائد اسلامی کی تفصیل وبیان کو حسب تفصیل و
تشریح سے یہ بیان کر سکتے تھے کوئی دوسرا نہین - پھر ایسے راسخ فی العلم اور کامل فی الایمان بزرگ
کی موجودگی مین کس کو حق حاصل تھا - جو معارف اسلامی کی تفصیل وتبلیغ کے لیے انتخاب
کیا جاتا -

اس بنا پر تمام واقعات ومشاہدات ثابت کر رہے ہین کہ مسلمانون کے اس دانشمندانہ
انتخاب سے نہایت مفیدانہ اور کامیابانہ نتائج برآمد ہوئے اور جناب جعفرؑ کی حسن تقریر نے اسلام
اور اہل اسلام کی جان ومال کو بچا بھی لیا اور اُس کے اصول عقائد کو حبش اور اہل حبش کے
قلوب مین نقش کر دیا - یہی واقعات تاریخی یہ بھی ثابت کر رہے ہین کہ ابتداے اسلام کی تبلیغی دائرہ
اور معلمین ومبلغین اسلام کے قدیم جریدہ مین - اسلامی عقائد واصول کے اول معلم اور
اول مبلغ حضرت جعفر ابن ابی طالب تھے - اور بربناے مخالفت اور مخاصمت سفراے

مشرکین قریش جو شاندار کامیابی آپ کو اپنی تبلیغی اور تعلیمی خدمات مین حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے اسلامی مبلغ یا معلم کو نہین ان هذا فضل الله یوتیه من یشاء

ہجرت حبشہ کی یادگار مین حضرت ابیطالب کے اشعار

جعفر بن ابیطالب کی کامل کامیابی اور عبداللہ بن ربیعہ و عمر عاص سفراء قریش کی بالکل ناکامیابی اور محرومی کی خبر جب مکہ مین پہونچی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسرت و اطمینان قلبی کی خصوصًا اور تمام بنی ہاشم کی فرحت و بہجت دلی کی عمومًا کوئی انتہا نہین تھی۔ حضرت ابیطالب نے نجاشی کی دلجوئی و دلداری اور جناب جعفر کی خدمت اور کارگذاری کی یادگار مین یہ اشعار منظوم فرمائے۔ جنکو ہم ابن ہشام کی تاریخ سے ذیل مین لکھتے ہین۔

الا لیت شعری کیف فی النای جعفر	میرے یہ اشعار جعفر اور عمر عاص اور ان دشمنون کے فاصلہ
وعمر واعداء العدو والاقارب	و مقدار عداوت کی کیفیت خاص کو بتلاتے ہین جو اپنون کے
فهل قال افعال النجاشی جعفرا	بھی دشمن ثابت ہوتے ہین اور بیگانون کے بھی۔
واصحابه او عاق ذلك شاغب	اگر سفراے قریش کی جگہ انکی جگہ نجاشی جعفر اور انکے ہمراہیون
نعلم ابیت اللعن انك ماجد	کے ساتھ اظہار فتنہ و فساد کرتا تو ہم کیونکر اسکو قابل الزام کہہ سکتے تھے
کریم فلا یشقی لدیك المجانب	اے نجاشی۔ ہم تجھے ملامت کرنے سے قطعی انکار کرینگے اسلئے کہ
تعلم بان الله زادك بسطة	تم بزرگ مرتبہ ہو اور اہل کرم ہو۔ اور تمہارے طرح شقی نہین ہو
واسباب خیر کلها بك لازب	سمجھ لو کہ خداے تعالیٰ نے تمکو صاحب حلم و بسط کیا ہے
وانك فیض ذو سجال غزیرة	اور نیکیون کے تمام اسباب تمہارے پاس جمع ہین
ینال الاعادی نفعها والاقارب	اور تمہارا فیض ایسا عزیز اور مفید عام ہے کہ اس سے
(ابن ہشام)	دوست اور دشمن دونون منتفع ہوتے ہین اسیواسطے کہتے ہین

حضرت ابیطالب کے یہ اشعار حقیقت و واقعیت مین بالکل ڈوبے ہوے ہین۔ پہلے شعر مین تو مہاجرین حبشہ کی غربت و مصیبت۔ اور باوجود اتنی قرابت کے

یکجہتی کے کفار قریش کی ان غریب الوطنون سے سخت مخالفت و عداوت بیان کی گئی ہے - اُن کو اس حالت خاص کی رعایت سے دوست دشمن دونون کا دشمن تبلایا گیا ہے اور یہ حقیقت مثال اُنکی حقیقت حال سے بالکل مطابق ہے - دوسرا شعر اصل واقعہ کی تفصیل ہے - حقیقتاً اگر یہ افعال مہاجرین اسلام کے ساتھ نجاشی نے کیے ہوتے جو قریش عمل مین لائے - تاہم وہ کبھی قابل الزام نہین ٹھہرایا جا سکتا تھا - اس لیے کہ وہ تو بالکل ایک غیر قوم و غیر ملک کا آدمی تھا حقیقت مین مسلمانونکے ساتھ نجاشی کے یہ محاسن سلوک اُس کی نیک طبعی - پاکیزہ نفسی اور انصاف پسندی کے اصلی ثبوت ہین - اور نجاشی کے انھین محاسن کی تفصیل مین آخر کے دو اشعار مرتب کیے گئے ہین۔

نجاشی کے ملک پر مخالفین کا حملہ اور مسلمانون کی ہمدردی

نجاشی کے دربار سے مہاجرین اسلام حضرت جعفرؓ کے ہمراہ پورے طور سے کامیاب ہوکر۔ انعام و اکرام شاہی کے ساتھ اپنے اپنے مقام پر واپس آئے اور عبد اللہ بن ربیعہ اور عمر عاص ذلیل و پشیمان ہوکر مکہ واپس گئے اسی روز سے نجاشی کے دل مین مسلمانون کی عزت او حضرت جعفرؓ کی قدر و منزلت اور اسلام کی عظمت پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی - اور اہل اسلام کی خدا پرستی - دینداری - سچائی اور راست بازی کا اُس کو یقین کامل ہوگیا اور مذہب اسلام کو وہ خدا کا سچا اور برحق مذہب یقین کرنے لگا حضرت جعفرؓ کی صدق بیانی اور راسخ الایمانی نے نجاشی کے دل کو معرفت دینی کے انوار سے نورانی کر دیا تھا - اس بنا پر اب نجاشی کے دل مین جسقدر جناب جعفرؓ کی عظمت و وقعت اور احترام و اکرام جاگزین تھا ویسا کسی عیسائی علما و شائخ کا نہین۔

اسی اثنا مین نجاشی کے بعض علاقون مین کسی دشمن نے فتنہ و فساد کی نیت سے حملہ کر دیا - جانبین سے مقابلہ و مقاتلہ کی نوبت پہونچ گئی - نجاشی کی فوجین پوری طیاری کے ساتھ میدان جنگ مین پہلے سے موجود ہوگئی تھین تھوڑے دنون تک نجاشی کو محاذ جنگ کے کوئی تفصیلی حالات نہین معلوم ہوئے تو نجاشی کو انتظار کے ساتھ انتشار بڑھا - مسلمان آغاز جنگ ہی سے نجاشی کی فتح و فیروزی کے خواہان تھے - حضرت جعفرؓ نے اس موقع پر اپنے

اور اپنے تمام ہمراہیون کی خدمات جنگی نجاشی کی حمایت مین پیش کین اور شریک جنگ ہونے کی اُس سے اجازت مانگی - مگر نجاشی نے یہ کہکر کہ آپ حضرات ہمارے مہمان ہین - میری حیا و غیرت کا یہ مقتضی نہین ہے کہ مین اپنے سیاسی اور ملکی مُدعا کے لیے اپنے مہمانون کی جانین ضائع کرادون اور اُن کے خون بہادون - دنیا والے تو پیچھے - پہلے تو تمھاری قوم قریش کے لوگ مجھے کیا کہین گے۔

مسلمان نجاشی کے اس جواب سے خاموش ہو گئے - لیکن جب اس موقع پر مسلمانون نے بادشاہ کے اضطرار و انتشار کی یہ کیفیت دیکھی تو حضرت جعفرؓ کے ساتھ ہر مسلمان نے عرض کی کہ ہم میدان جنگ کی ابھی ابھی خبر لاتے ہین -

بات یہ تھی کہ محاذ جنگ دریا کے اُس پار واقع تھا - اور دریا بڑی شدت سے چڑھا ہوا تھا ہوا بھی طوفانی تھی اس لیے کوئی شخص میدان جنگ مین جانے اور حالات جنگ کی خبر لانے کی جرأت نہین کرتا تھا - لیکن مسلمانون کی جمعیت مین حضرت جعفرؓ کی ہمت افزائی سے زبیر بن العوام جو اس وقت تمام مسلمانون مین سب سے زیادہ کمسن تھے گویا اب عنفوان شباب کی منزل تک پہونچ رہے تھے - اس دشوار گزار خدمت پر طیار ہو گئے اور دریا کی عین موج خیزی اور تلاطم کے عالم مین پیٹ پر مشک باندھکر دریا پار ہو گئے اور میدان جنگ مین پہونچے - اِدھر حضرت جعفرؓ مسلمانون کی جماعت کے ساتھ بارگاہ الٰہی مین نجاشی کی فتح و نصرت کی دعا مین مصروف ہوے حضرت جعفرؓ کا عزم حمایت صرف دعا ہی پر محدود نہین تھا - بلکہ وہ باوجود نجاشی کے انکار کے بھی اپنی جماعت مہاجرین کے ساتھ اُس کی فوجی امداد کے لیے بھی بالکل طیار تھے - لیکن اس کی نوبت ہی نہین آئی - شام ہوتے ہوتے نجاشی کے فتح و کامرانی کی خبر آ گئی - اور زبیر بھی محاذ جنگ سے مع الخیر واپس آئے -

حضرت جعفرؓ کے یہ ہمدردانہ اور مخلصانہ اظہار حمایت بھی نجاشی کی بہت بڑی مسرت کا باعث ہوے اور وہ اُسیوقت سے حضرت جعفرؓ اور اُن کے ہمراہیون کی وفاداری اور جان نثاری کا معتقد ہو گیا - تھوڑے دنون کے بعد حضرت جعفرؓ کے مشکوے اعلیٰ

یمن عبداللہ ابن جعفرؓ کی ولادت واقع ہوئی۔ باپ نے عبداللہ نام رکھا۔ اتفاق سے چند روز دن کے بعد نجاشی کے محل شاہی مین بھی لڑکا پیدا ہوا۔ نجاشی نے حضرت جعفر کے مشورہ و ہدایت سے اُس کا نام محمد رکھا۔

افواہ غلط کی بنا پر حبشہ سے اکثر مہاجرین کی واپسی

چند روز دن کے بعد اس غلط افواہ کے پھیل جانے سے کہ پیغمبر صاحب نے مشرکین کے ساتھ صلح کرلی۔ اکثر مسلمان حبشہ سے واپس چلے گئے اور اُن لوگون کو مکہ پہونچ کر اس خبر کا غلط ہونا معلوم ہوا تو وہ سب کے سب غریب۔ نہ جاے ماندن نہ پاے رفتن کی کشمکش مین گرفتار ہوگئے آخر کا کیا کرتے انھین سابق بلکہ اب تو اُن سے بھی زائد مصائب مین روز و شب گرفتار رہے۔ بخلاف ان مہاجرین کے حضرت جعفرؓ نے ملک حبش سے اپنی نقل و حرکت کو قبل از وقت اور مخالف مصلحت سمجھا۔ اور وہین مقیم رہے۔

بنی ہاشم اور شعب ابی طالب کی قید سہ سالہ

قریش کی سیہ بختی اور شقاوت قلبی ایسی کیا تھی جو اس سخت و شدید ناکامیابی کے بعد بھی مروت و نیک بختی کا سبق لیتی وہ تو شدت عصبیت مین پہلے سے بھی زیادہ شدید ہوگئے۔ اور اُس کا نتیجہ نومسلم قریش کے تمام قبیلون کو چھوڑ کر اکیلے قبیلہ بنی ہاشم پر شعب ابی طالب کی قید سہ سالہ کی صورت مین ظاہر ہوا جسمین باستثناے بدبخت ابولہب کے بنی ہاشم و بنی عبد المطلب مع حضرت ابیطالب بہ معیت و تبعیت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین برس کی مدت دراز تک مقید رہے۔ پھر اس شدت کے ساتھ کہ غریبون کو نہ کھانا مل سکے نہ دانا۔ اُس درہ کوہ سے ایک قدم بھی باہر نکلنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ تمام کاروبار روزمرہ سے معطل رہ کر محصورین بنی ہاشم نے جیسی جیسی تکلیفین اور مصیبتین اُٹھائین وہ اُنھین کے نفوس عالیہ اور فطرت صالحہ کا کام تھا یا اُن کے راس الرئیس اور افتخار خاندان سید و سردار کے فیوض ارشاد و ہدایت سے تھے جو صبر و قناعت اور رحمت کا نمونہ بنا کر بندگان الٰہی کو صبر و تحمل اور راضی برضا ہونے کی تعلیم خاص فرمانے کی غرض سے مبعوث فرمایا گیا تھا۔ تین برس کامل کا یہ زمانہ جس شدت و مصیبت سے بنی ہاشم پر

گزرا ہے وہ قابل بیان نہین۔ مکہ کی نومسلم جماعت تو اپنے قبائل کی حمایت مین چین سے گھرون مین بیٹھے تھے۔ اور اپنے تمام حوائج روزمرہ پورا کرتے تھے مصیبت تھی تو کیلئے بنی ہاشم کی بنو ن پر۔ ایسی مجبوری اور محصوری کی حالت مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مہاجرین حبشہ کی عموماً اور جناب جعفر کی خصوصاً تین برس کامل تک کوئی خبر مل نہ سکی اور کیسے ملتی۔ جب شہر کی اور خاص اپنے چھوٹے ہوئے گھر کی خبر نہین مل سکتی تھی کہ لٹ رہا ہے یا کھڑا جل رہا ہے تو اتنے دور دور از ممالک غیر مین خبر ملنے کے کون ذرائع قائم ہو سکتے تھے۔ بہ حال تمام مصائب کے ساتھ ان غریب الوطنون کے حالات سے لاعلمی کی مصیبت خاص پر بھی صبر و تحمل فرما لیا گیا۔

خدا خدا کر کے اس سہ سالہ حبس بیجا کی مدّت بھی کٹ گئی۔ مگر دو ہی تین مہینون کی آزادی کے بعد جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اور حضرت ابیطالب کی دائمی مفارقت نے صدمات عظیم پہونچاے۔ ان دونون ذوات مقدسات کے اُٹھ جانے سے قریش جو کچھ بھی آپ کی ایذادہی مین نرمی سے کام لیتے تھے۔ اور بھی تیز و تند ہو گئے یہان تک کہ حضور انور کو مکہ سے بنی ہوازن کی امید حمایت پر طائف جانا پڑا۔ مگر حکم تقدیر سے وہان بھی نتیجہ خلاف امید نکلا۔ جس شقاوت و بیدردی سے آجتک مکّہ والے بھی پیش نہین آئے تھے۔ وہ طائف والون نے کر دکھلایا۔ مجبوراً حکیم بن حزام وغیرہ کی ضمانت پر آپ پھر طائف سے مکّہ مین واپس آئے۔ یہ ایام جناب سرور کائنات صلعم پر نہایت سخت و شدید تھے۔ یہان تک کہ خود آپ کو اپنی جان بچنے کی امید باقی نہین تھی۔ اور باقی رہتی تو کیسے۔ حضرت ابیطالب کا ایسا شفیق اور جان نثار عم نامدار سر سے اُٹھ گیا۔ جناب خدیجہ کی ایسی دلسوز اور غمگسار بی بی ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئی۔ ایسی تنہائی۔ بیکسی اور بے بسی کے عالم مین جناب رسولخدا صلعم کو اپنی جان بچانی سخت دشوار تھی اور یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ ایسی مایوسی اور بے کسی کی حالت مین اب مہاجرین حبشہ کی خبر گیری اور دریافت احوال کے متعلق کیا کر سکتے۔

تھے۔حضرت جعفرؓ کو مکہ اور اہل مکہ کے طور و اطوار کے اخبار موقع موقع سے پہونچ جاتے تھے اور تعلیم رسالت کے موافق اُن پر صبر و تحمل فرمالیا کرتے تھے۔ یہان تک کہ مدبران قدرت نے شہنشاہ رسالت کو ان تمام مصائب سے پوری آزادی عنایت فرمائی۔ اور آپ مدینہ والون کی دعوت کو قبول فرماکر حکم محکم اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُكَ بِالْہِجْرَۃِ کے مطابق مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔

مدینہ مین ہجرت مدینہ مین تشریف لانے کے بعد اگرچہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے بظاہر زیادہ اطمینان تھا۔لیکن یہان کے اندرونی امن وامان کے نظام اور نیز مخالفین کے بیرونی حملات کے دفاعی اہتمام سے دم بھر کے لیے آپ کو فرصت نہین تھی۔ لیکن باایہمہ اتنی سکونی حالت ضرور پیدا ہوگئی تھی کہ اندرونی و بیرونی حالات کی اطلاعیابی کے ذرائع سابق کی طرح مسدود نہین تھے۔ اور مدینہ مین مختلف علاقون کے تجارتی قافلون کی آمدورفت سے ان اقسام کی اطلاع ملتی رہتی تھی۔ انھین اطلاعات مین اگر براہ راست نہین تو ہمسایہ اور قرب وجوار کے تُجّار سے ملک حبش کے سُنے سنائے حالات معلوم ہوجایا کرتے تھے۔ اور یہ معلوم کرکے کہ مہاجرین اسلام کی باقیماندہ جماعت نجاشی کی خاص توجہ سے امن وامان آرام اور اطمینان کے ساتھ مقیم ہین جناب سرورکائنات صلعم کو پورا اطمینان ہوجایا کرتا تھا۔

نجاشی کا اعلان اسلام اس مین بھی کوئی کلام نہین کہ حضرت جعفر کے ساتھ نجاشی کی مجالست و مکالمت اور ارتباط و اتحاد بڑھتا جاتا تھا۔ اسلام کی طرف اُسکا میلان و رجحان طبیعت بڑھتا جاتا تھا۔ چنانچہ فیما بین صرف سہ سالہ خلوت و جلوت نے یا حضرت جعفرؓ کی خاموش تبلیغ و تعلیم اسلامی نے نجاشی کو اسلام کا مطیع و منقاد بنا دیا چنانچہ وقوع بدر کے وقت تک گو وہ اپنے بعض مصالح خاص سے اپنے اسلام کا اظہار و اعلان نہ کرسکا۔ لیکن تاہم جنگ بدر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح و کامیابی کی خبر سنکر نجاشی نے اپنے قلبی مسرت و

عقیدت کا اظہار کیا ہے اُس کی تفصیل خاص حضرت جعفرؓ کی زبانی مرقوم ہے۔ حیات القلوب مین ہے:

کلینی و شیخ طبرسی و دیگران بسند ہاے معتبر از امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کردہ اند کہ نجاشی بادشاہ حبشہ روزے کسی را فرستاد و جعفر طیار و اصحاب او را طلبید چون براو داخل شدند دیدند کہ از تخت سلطنت فرود آمدہ و بر روے خاک نشستہ است و جامہاے کہنہ پوشیدہ است جعفرؓ گفت چون او را بر این حال مشاہدہ کردیم پرسیدیم چون تغیّر روے ہاے ما دید گفت سپاس می گویم و شکر می کنم خداوندے را کہ محمد صلعم را نصرت دادہ است و دیدۂ مرا بنصرت او شاد گردانید می خواہید شما را بشارت دہم۔ گفتم بلے اے بادشاہ گفت در این ساعت جاسوسے از جواسیس من آمدہ خبر آورد کہ حق تعالیٰ نصرت دادہ است پیغمبر خود۔ محمد صلعم را و بسیارے از دشمنان او را ہلاک گردانیدہ است۔ فلان فلان کشتہ شدہ اند و فلان فلان اسیر شدہ اند۔ و ملاقات ایشان با دشمنان در وادی بدر واقع شدہ است کہ آنرا بدر

کلینی۔ شیخ طبری اور دیگر علما معتبر اسناد کے ساتھ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہین کہ ایکدن نجاشی بادشاہ حبشہ نے حضرت جعفر اور اُنکے ہمراہیون کو بلا بھیجا حضرت جعفر کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ وہان پہونچے تو ہم نے نجاشی کو دیکھا کہ تخت سے نیچے اُتر آیا ہے اور زمین پر بیٹھا ہے اور پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہے۔ حضرت جعفر کا بیان ہے کہ ہم اُس کے اس حال کو مشاہدہ کر کے ڈر گئے اور نجاشی نے خوف کے آثار ہمارے چہرون کے تغیر سے دیکھکر کہا کہ ہم اُس خداے عزّ و جل کی سپاس و منت گزاری کرتے ہین کہ جس نے محمد صلعم کو فتح و نصرت عنایت فرمائی اور اُن کی فتح کے مژدہ سے میری آنکھین ٹھنڈی ہوئین۔ کیا تم چاہتے ہو کہ مین تم کو اس فتح کی بشارت سناؤن جعفر کہتے ہین کہ مین نے کہا اے بادشاہ آپ ہمکو ضرور اس فتح کی بشارت سنائین۔ نجاشی نے کہا ابھی ابھی میرے جاسوسون مین سے ایک جاسوس خبر لایا ہے کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو فتح عنایت فرمائی ہے اور بہت سے دشمن ہلاک ہو گئے ہین۔ فلان فلان مارے گئے ہین اور فلان فلان اسیر ہوئے ہین۔ دشمنین سے مقابلہ و مقاتلہ اُس وادی مین ہوا ہے جسکو بدر کہتے ہین۔ میرے جاسوس کا بیان ہے کہ یہ واقعہ اُس کی آنکھون کا مشاہدہ ہے اس لیے کہ جنگ کے

می گویند۔ گویا می بینم آن وادی را کہ در آنجا	وقت اپنے مالک کی دُنبیاں چرا رہا تھا جو قبیلہ بنی ضمیرہ کا
گوسفند می چرانیدم برائے آقائے	ایک آدمی تھا۔ حضرت جعفرؑ نے کہا پھر اے بادشاہ۔
خود کہ مردے بود از بنی ضمیرہ۔ پس	تو پھر آپ ننگی زمین پر کیوں بیٹھے ہیں اور پھٹے پرانے کپڑے
جعفرؑ گفت اے بادشاہ شائستہ چرا بر	پہنے کیوں بیٹھے ہیں۔ نجاشی نے جواب دیا اے جعفرؑ
خاک نشستہ و جامہائے کہنہ پوشیدہ	میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حقوق لازمہ
گفت اے جعفرؑ۔ در انجیل خواندہ ام کہ	میں سے بندوں پر یہ حق بھی لازم ہے کہ جب کوئی نئی نعمت
از حقوق لازمہ خدا بر بندگان این است	اپنے بندوں پر نازل فرمائے تو بندے اُس کی بارگاہ میں
کہ ہرگاہ خدا نعمتے تازہ برایشان بفرستد	شکر تازہ کا اظہار کریں اور یہ بھی انجیل میں پڑھا ہے کہ شکر
ایشان شکر تازہ بعمل آورند و باز در انجیل	الٰہی کا اس سے بڑھکر اور کوئی طریقہ اظہار نہیں ہے کہ اپنی
خواندہ ام کہ ہیچ شکر از برائے خدا بہتر از	طرف سے اظہار تواضع و فروتنی کیا جاوے۔ اس لیے
تواضع و فروتنی نیست لہذا برائے شکر	میں نے جناب پیغمبر خدا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
نعمت فتح پیغمبر خدا فروتنی و تواضع کردہ ام	اس فتح و نصرت کے اظہار شکر میں اپنی طرف سے فروتنی و تواضع
نزد حق تعالیٰ۔	کا اظہار کیا ہے۔ حیات القلوب جلد دوم ص ۲۹۷۔

نجاشی کے نام فرمانِ رسالت

واقعہ بدر کے بعد سے لیکر جنگ احزاب تک کی سہ سالہ مدت بھی جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین مکہ اور منافقین مدینہ کے پے در پے اور متواتر حملات کے دفاعی کوششوں اور اطراف مدینہ میں قیام امن و امان کی تدبیروں میں گزری مقامی اور اندرونی انتظاموں سے آپ کو اتنی فرصت کہاں تھی جو بیرونی انتظامات و تعلقات قائم کرنے کی طرف توجہ فرمائی جاتی۔

جب ان تمام انتظاموں سے کسی قدر فرصت ملی تو ۶ھ ہجری میں بیرونی مقامات سے روابط و اتحاد قائم رکھنے کی سلسلہ جنبانی آغاز فرمائی گئی۔ تبلیغ اسلام کے ساتھ جو رسالت کا فرض اولین تھا بیرونجات کے سلاطین و سرداران قبائل کے نام اتحاد و اتفاق اور عام

امن وامان قائم رکھے جانے کی غرض سے خطوط وفرامین ارسال فرمائے گئے۔ اکثر مقربین صحابہ بارگاہ رسالت سے اس منصب رسالت وسفارت پر مامور ہوئے۔ انھیں میں سے عمرابن امیہ الضمیری نجاشی شاہ حبشہ کے پاس نامۂ مقدس لے جانے کی خدمت پر مامور ہوئے۔ نامۂ مقدس جو نجاشی کے نام لکھا گیا تھا اُس کی عبارت یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی النجاشی اصحم ملك الحبشة سلام انت وانی احمد الیك اللہ الملك القدوس السلام المهیمن المومن الجبار واشهد ان عیسی بن مریم روح اللہ وکلمتہ القاها الی مریم البتول الطیبة الحصینة فحملت بعیسی فخلقه اللہ من روحه ونفخه کما خلق آدم بیده ونفخه وانی ادعوك الی اللہ وحده لاشریك له والولاة علی طاعته وان تتبعنی وتومن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وقد بعثت الیك ابن عمی جعفرا ونفرا معه من المسلمین فاذا جاؤك فاقرهم ودع التجبر وانی ادعوك وجنودك الی اللہ فقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصحی والسلام علی من اتبع الهدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی اصحم۔ بادشاہ حبشہ کے نام۔ تجھے سلامتی ہو۔ سن لے پہلے اللہ کی تیری طرف سے پھر اپنی طرف سے تعریف کرتا ہون جو مالک ہے قدوس ہے۔ مومن ہے اور مہیمن ہے۔ اور گواہی دیتا ہون کہ عیسیٰ ابن مریم خدا کی روح اور کلمہ ہین جو مریم۔ دوشیزہ طیبہ اور عفیفہ کی جانب سے بھیجے گئے تھے۔ اور اُنھین عیسیٰ کا حمل ہوگیا خدا نے عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ سے اُسیطرح پیدا کیا جیسا کہ آدم کو اپنی روح اور نفخ سے پیدا کیا اب میری دعوت یہ ہے کہ تو خدا پر جو اکیلا اور بالکل لاشریک ہے۔ ایمان لا۔ اور ہمیشہ اُس کی فرمانبرداری مین رہا کر اور میری متابعت وپیروی کیا کر اور میری تعلیم وہدایت کا سچے دل سے اقرار کر کیونکہ مین اللہ کا رسول ہون۔ مین قبل ازین اپنے برادر عم زاد حضرت جعفر کو مسلمانون کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج چکا ہون۔ تم اُن کو آرام سے رکھیو اور تکبر چھوڑ دو

کیونکہ مین تمکو اور تمھارے اہل دربار کو خدا کی طرف بلاتا ہون

طبری صفحہ ۱۵۶۹

دیکھو مین نے اللہ کا حکم پہونچا دیا اور تمھین بخوبی سمجھا دیا۔ اب

مناسب ہے کہ میری نصیحت کو مان لو۔ سلام ہو اُس پر جو سیدھی راہ چلتا ہے۔ طبری ص ۱۵۶۹

جعفر کے ہاتھ پر نجاشی کا اسلام لانا

تمام مؤرخین عرب کا اسپر اتفاق ہے کہ اس نامۂ مقدس کے پڑھتے ہی نجاشی مسلمان ہوگیا۔ اور حضرت جعفرؑ کے دست مبارک پر تمام اہل اسلام کے سامنے اور اپنے درباریوں اور پادریوں کے بھرے مجمع مین اُس نے اپنے اسلام کا علی الاعلان اظہار و اقرار کردیا نجاشی کے اعلان ایمان پر مسلمانوں کے نعرۂ تکبیر سے ایوان شاہی گونج اُٹھا۔ پھر نجاشی نے نامۂ مقدس کے جواب مین اپنی طرف سے جو عقیدت نامہ لکھا تھا اُس کی عبارت یہ تھی۔

خدمت رسالت مین نجاشی کا عقیدت نامہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الى محمد رسول الله من النجاشى الاصحم بن الجر سلام عليك يا نبى الله ورحمة الله و بركاته من الله الذى لا اله الا هو هدانى الى الاسلام اما بعد فقد بلغنى كتابك يا رسول الله فى ما ذكرت من امر عيسى فورب السماء والارض ان عيسى ما يزيد على ما ذكرت ثفروقا انه كما قلت وقد عرفنا ما بعثت به الينا وقد قربنا ابن عمك واصحابه فاشهد انك رسول الله صادقا مصدقا وقد بايعتك وبايعت ابن عمك واسلمت على يديه لله رب العلمين وقد بعثت اليك بابنى ارها بن الاصحم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین نجاشی اصحم ابن ابجر کی طرف سے۔ اے نبی اللہ آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔ رحمت ہو اور برکت ہو اُس خدا کے سوا کوئی معبود نہین ہے۔ جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔ اب عرض خدمت یہ ہے کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہونچا۔ عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ خدائے آسمان و زمین کی قسم۔ وہ اس سے ذرہ برابر بڑھکر نہین ہین۔ اُن کی حیثیت اُتنی ہی ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے مین نے آپ کی تعلیم سمجھ لی ہے اور آپ کے ابن عم اور مسلمان میرے پاس آرام سے مقیم ہین۔ مین اقرار کرتا ہون کہ آپ اللہ کے رسول ہین۔ سچے ہین۔ راست باز ہین

بن الجرفانی لا املك الا نفسی وان شئت ان اتيك فعلت يارسول الله فانی اشهد ان ما تقول حق السلام عليك يارسول الله صلعم۔ طبری۔ ص ۱۵۶۹

سچائی ظاہر کرنے والے ہین مین نے آپکے ابن عم کے ہاتھ پر انکی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کرلیا ہے اور مین حضور کی خدمت مین اپنے فرزند ارحا کو روانہ کرتا ہون ۔مین توصرف اپنے نفس کا مالک ہون اگر حضور کا منشا یہ ہو کہ مین حاضر خدمت ہون ۔تو مین ضرور حاضر ہون گا کیونکہ مین شہادت دیتا ہون کہ آپ جو کچھ فرماتے ہین وہ سب سچ ہے ۔آپ پر یارسول اللہ صلعم میرا سلام پہونچے۔

نجاشی کے خط سے یہ بالکل صاف ہوگیا کہ یہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ اُس نے حضرت جعفرؓ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ اور وہ وہان رسول اللہ صلعم کی طرف سے تبلیغ اسلام کی خدمت انجام دے رہے تھے اور اس مین کوئی کلام نہین کہ آپ ہی کی تعلیم و تحریک سے جیسا کہ نجاشی اپنے عقیدت نامہ مین خود اقرار کررہا ہے ۔ نجاشی دعوت اسلام کے قبول کرنے پر آمادہ ہوگیا۔

عمرعاص کا نجاشی کے ہاتھ پر اسلام لانا

نجاشی سے زیادہ تو حضرت جعفرؓ کی تبلیغ و تعلیم اسلام کی خوبی اور خوش اسلوبی عمرعاص کو رام کرنے اور آپ کے ہاتھ پر ایمان لانے کے حقیقت حال سے ظاہر ہوتی ہے ۔زرقانی لکھتے ہین ۔عمرعاص بیان کرتے ہین کہ غزوۂ خندق کے بعد سے مجھے یقین ہوگیا کہ آنحضرت صلعم کے امور ضرور بلند ہوتے جائین گے اور اب آپ کسی قوم و قبیلہ کی طاقت سے مغلوب نہ ہون گے ۔یہ سوچ کر مین نے اپنے احباب سے مشورت کی اور اُس نے اپنی یہ تجویز بیان کی کہ مناسب یہ ہے کہ ہم نجاشی کے پاس چلے جائین اور حرفیہ کے امور کا انتظار کرین اگر ہماری قوم غالب ہوجائے تو ہم باطمینان تمام مکہ واپس آئین اور اگر مسلمان غالب آجائین تو ہم وہین نجاشی کے ملک مین پناہ گزین ہوجائین مین نے اپنے احباب سے اس تجویز کو کہا۔ اُنھون نے پسند کیا اور مین نجاشی بادشاہ حبشہ کے لیے بہت سے تحفے اور گرانمایہ ہدیے لیکر نجاشی کے پاس پہونچا۔میرے پہونچنے سے

سے پہلے عمرو بن امیہ الضمیری نامۂ رسالت لیکر نجاشی کے پاس پہونچ چکے تھے۔ اور بادشاہ نے بڑے اعزاز و اکرام سے نامۂ مقدس لیکر اُن کو اپنا مہمان کیا تھا۔ مین نے خلوت مین نجاشی سے ملاقات کی اور کہا کہ عمرو ابن امیہ الضمیری کو مجھے حوالے کر دیجیے کہ مین اُسے قتل کر ڈالون۔ اس کے قتل کر دینے سے قریش مین میری آبرو بڑھ جائے گی۔ یہ سنکر نجاشی نے اپنے مُنھ پر طمانچے مارے اور کہا کہ یہ مجھسے ہرگز نہین ہو سکتا کہ مین کسی شخص کے ایلچی کو دشمن کے ہاتھ مین قتل کر ڈالنے کے لیے دیدون۔ اور اپنے لیے ابدالآباد تک یہ ننگ و عار قائم کر لوں۔ اور پھر کس مقدس بزرگ کا ایلچی اور فرستادہ۔ جس پر ناموس اکبر (جبرئیل) کا نزول ہوتا ہے۔ مین نے کہا اے بادشاہ۔ کیا واقعی ایسا ہوتا ہے اور آپ کیا اس پر اعتقاد بھی رکھتے ہین۔ نجاشی بولا۔ حیف ہے۔ عمر عاص۔ تو قریب رہکر اتنا بھی نہین جانتا۔ مین تجھے آگاہ کیے دیتا ہون کہ وہ ضرور نبیؐ برحق ہے اُس کی اطاعت اختیار کر۔ اُس کی باتون کو سنو۔ اور مانو۔ اور جان لو کہ اُسپر کوئی غالب نہین آسکتا بلکہ وہی اپنے سب مخالفین پر غالب ہو کر رہے گا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اُس کی تمام قوم پر غالب آئے۔ یہ سن کر مین (عمر عاص کا قول ہے) نجاشی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور ملک حبش سے واپس آیا۔

یہان تک لکھکر علامۂ زرقانی بطور مطایبہ کے لکھتے ہین۔

وفی اسلام عمر بن عاص علی ید النجاشی لطیفۃ ھی صحابی اسلم علی ید تابعی ولا نعرف مثلہ۔	نجاشی کے ہاتھ پر عمر عاص کے اسلام لانے مین ایک خاص لطیفہ ہے۔ وہ یہ کہ صحابی تابعی کے ہاتھ پر اسلام لاتا ہے۔ سوائے اسکے کوئی دوسری مثال مجھے معلوم نہین ہے

یہان یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جب خود نجاشی کا حضرت جعفرؑ کے ہاتھ پر اسلام لانا خود اُس کے اقرار سے ثابت ہے تو گویا عمر عاص کی بیعت کا سلسلہ بھی حضرت جعفر تک تمام

ہوتا ہے اور اس کی ابتدا اُسی تقریر سے قائم ہوتی ہے۔ جو نجاشی کے سامنے اُن کے معروضہ کی تردید مین حضرت جعفرؓ نے ارشاد فرمائی تھی ۔

نجاشی اور داغ فرزند

نجاشی نے اپنے عقیدت نامہ مین یہ بھی گذارشِ اطلاعی کی تھی کہ اُس کا بیٹا اُس کی نیابت مین حاضر خدمت ہوتا ہے ۔ چنانچہ نجاشی نے حسب الوعدہ اپنے وعدہ کو پورا کرنا چاہا ۔ مگر افسوس کہ تجویز تقدیر اُس کے خلاف نکلی ۔ طبری مین مرقوم ہے ۔

قال ابن اسحاق بعث ابنہ فی ستّین من الحبشۃ فی سفینۃ فاذا کانوا فی وسط من البحر غرقت لھم سفینتھم فھلکوا ۔

ابن اسحاق کہتے ہین کہ نجاشی نے اپنے لڑکے کو ساٹھ اہل حبش کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین بھیجا ۔ لیکن حکم الٰہی سے کشتی بیچ سمندر مین پہونچ کر غرق ہوگئی اور اُسی کے ساتھ سب کے سب ہلاک ہوگئے

نجاشی اسلام کی تاثیرات تعلیمی سے کامل طور پر مستفیض ہوچکا تھا جس مین صبر وتحمل اور راضی برضاے الٰہی رہنا ۔ فرائض انسانی مین داخل ہے ۔ اس لیے اُس نے اس سانحہ روح فرسا اور واقعہ جان گزا پر ارشاد وہدایت اسلام کے موافق صبر وسکوت اختیار کر لیا ۔ اور حضرت جعفرؓ کی ہمدردانہ مواعظ ونصائح ۔ دلجوئی اور تسکین وتشفی سے نجاشی کا غم وملال رفع ہوگیا ۔ بارگاہ رسالت مین جب اس حادثۂ عظیم کی خبر پہونچی تو اظہار حسرت وملال کے ساتھ تعزیت نامہ خاص نجاشی کے نام روانہ فرمایا گیا ۔

ام المومنین ام حبیبہ سے عقد

تھوڑے دنون کے بعد ام حبیبہ بنت ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرف زوجیت سے مشرف ہوئین ۔ تاریخ طبری سے ان کی تزویج کی یہ تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان بھی اپنے شوہر کے ساتھ ملک حبشہ مین ہجرت فرما گئی تھین ۔ قضاے الٰہی سے انکے شوہر نے وہین انتقال کیا

جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الٰہی کے مطابق بعض مصالح ضروری پر نظر فرماکر نجاشی کو خاص طور پر لکھ بھیجا کہ وہ آنحضرت کا نکاح نیابتًا ام حبیبہ سے پڑھ دے اور اُن کو تمام مسلمانون کے ساتھ دارالاسلام مدینہ مین روانہ کردے - نجاشی یہ فرمان رسالت پاکر فورًا تعمیل ارشاد پر طیار ہوگیا - اور اپنی خادمہ خاص اَبرہہ کی معرفت ام حبیبہ کے پاس پیام بھیجا اور فرمان رسالت کے مضمون سے بھی اُن کو آگاہ کردیا۔

ایک خوش قسمت کنیز

نیک بخت اور خوش نصیب ام حبیبہ کو کوئی عذر نہین تھا سعید ابن العاص ام حبیبہ کی طرف سے وکیل ہوئے ان کے بھائی خالد بن سعید ام حبیبہ کی طرف سے نکاح پڑھا - اور آنحضرت صلعم کی جانب سے خود نجاشی نے رسم خطابت ادا کی - نجاشی نے چار سو رقم مہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ادا کردی اور اپنی اُسی کنیز کے ہمراہ وہ رقم ام حبیبہ کے پاس بھجوا دی - حضرت ام حبیبہ نے اسمین سے پچاس درم اُس کنیز کو انعام مین دیے - ابرہہ نے لینے سے انکار کیا - اور کہا کہ نجاشی نے مجھکو کسی رقم کے لینے سے سخت منع کردیا ہے - حضرت ام حبیبہ بولین کہ مین کوئی شے دیکر واپس نہین لیتی - ابرہہ بولی کہ آپ گواہ رہین کہ مین اسیوقت سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق رسالت کرتی ہون اور آپ پر ایمان لاتی ہون - اور اس رقم کو آنحضرت صلعم پر تصدق کرتی ہون - آپ یہان سے جب اُن کی خدمت مین پہونچین تو میری طرف سے میرا سلام عرض کرین -

حضرت ام المومنین ام حبیبہ بیان کرتی ہین کہ جب مین جناب سرور کائنات صلعم کی خدمت مین پہونچی تو آپ نے نجاشی کے حالات مجھسے دریافت فرمائے - پھر مین نے آپکی خدمت مین ابرہہ کنیز نجاشی کی کیفیت عرض کی - اُس کا سلام عقیدت پہونچایا اور رقم تصدق پیش کی - آپ نے بھی اپنی طرف سے فرمایا کہ ابرہہ پر میرا سلام ہو -

طبری صفحہ ۱۵۷۱

حبشہ سے مہاجرین کی رخصت

حضرت ام المومنین ام حبیبہ کی تزویج کے بعد نجاشی نے مہاجرین اسلام کی رخصت کرنے کے سامان کیے۔ نجاشی کو اگرچہ اس فرمان رسالت کی تعمیل شاق گزرتی تھی۔ لیکن وہ کیا کر سکتا تھا۔ حکم رسول کی متابعت ہر حال مین فرض تھی جناب جعفرؓ کی مفارقت سب سے زیادہ گرانبار خاطر تھی لیکن پھر اس خیال سے کہ آپ کو بھی اپنا ملک و دیار اور خویش و اقربا چھوڑے ہوئے ایک مدّت مدید ہو چکی تھی اور نیز دربار رسالت سے طلبی کا خط بھی آچکا تھا اس لیے نجاشی نے عذر و اصرار نہین کیا۔ اور بڑے اعزاز و احترام سے حضرت جعفر بن ابیطالب کو مع ام المومنین ام حبیبہ اور دیگر مہاجرین کے مدینۂ منورہ کی طرف روانہ کر دیا اور حضرت ام حبیبہ کے ہمراہ وہ تمام عطریات و خوشبویات کر دیے جو اُس وقت اُسکے محلات شاہی کے پاس موجود تھے اس کے علاوہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سب سے اعلیٰ اور بیش بہا تحفے اور ہدیے بھی روانہ کیے۔

راستہ مین قافلۂ اشعریین کا ساتھ ہو جانا

طبری کی روایت کے مطابق یہ لوگ دو کشتیون پر سوار ہو کر حبشہ سے روانہ ہوئے۔ حسن اتفاق سے یمن کے قبیلۂ اشعری کا ایک قافلہ جس مین ابو موسیٰ الاشعری بھی داخل تھے۔ اور یہ مجموعاً ترپن آدمی تھے یمن سے مدینے کے لیے روانہ ہوئے کہ باریاب دربار رسالت ہو کر مشرف یاب اسلام ہون۔ ہواے مخالف کی وجہ سے انکا جہاز ملک حبش مین آ لگا۔ یہ لوگ حبش مین اُتر پڑے۔ حضرت جعفرؓ وہان موجود تھے۔ اور خود بھی معاودت مدینے کے لیے بالکل تیار تھے۔ اُن کو بھی اپنے ہمراہ لیکر عرب کو روانہ ہوئے۔

سیرۃ النبی جلد دوم

مہاجرین کی مدینہ مین آمد اور خیبر مین شرف زیارت

مہاجرین حبشہ کا قافلہ جب مدینہ مین پہونچا تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر مین تشریف رکھتے تھے حضرت جعفرؓ کو اتنے انتظار کی تاب کہان۔ اُسی وقت مع قافلہ کے خیبر کی طرف روانہ ہو گئے خیبر مین مہاجرین حبشہ کی آمد کی خبر بارگاہ رسالت مین پہونچ چکی تھی کہ جعفر بذات خاص خیبر مین حاضر ہو کر قدمبوس

حضرت جعفر کی ملاقات سے آنحضرت کی مسرت

- اتنی مدت مدید کے بعد ایسے وفادار اور جان نثار بھائی کے دیدار سے۔ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مسرت قلبی اور فرحت دلی حاصل ہوئی اُس کی کوئی انتہا نہین تھی۔ جذبات رسالت کے اظہار ثبوت کے لیے زرقانی کی حسب ذیل تفصیل موجود ہے۔

روی البیھقی عن جابر ان جعفرا لما قدم علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلقاہ فقبّل جبھتہ ثم قال ما ادری بایھما افرح بفتح خیبر ام بقدوم جعفر۔

بیہقی نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت جعفرؓ خیبر مین آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے فرط محبت سے اُن کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ مین نہین سمجھتا کہ کہ مین اپنی ان دو خوشیون مین سے کس خوشی پر زیادہ اظہار مسرت کرون۔ خیبر کی فتح پر یا جعفرؓ کی آمد پر۔

خیبر مین حضرت جعفر کی اور خدا کی فتح و نصرت کی آمد ساتھ ساتھ ہوئی تھی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیون پر غالب آچکے تھے۔ اور اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابیطالب کی شمشیر آبدار۔ مرحب۔ رئیس خیبر کا سر اُتار چکی تھی۔ اور دست یداللّٰہی خیبر کشائی کے حسن خدمات انجام کرچکا۔ اور غنائم خیبر بارگاہ رسالت مین ایک ایک کرکے پہونچ چکا تھا۔ جناب سرور کائنات علیہ وآلہ الصلوات غنائم خیبر کا جائزہ فرما رہے تھے کہ جعفرؓ نے حاضر ہوکر شرف قدمبوسی حاصل کیا۔ اللہ اللہ کیسی خوش قسمتی۔ وفاداری اور جان نثاری کا منظر تھا اور کیسے پاکیزہ نفوس۔ کامل الایمان اور راسخ العقیدہ بزرگوارون کا مجمع تھا۔ بیچ مین شہنشاہ کونین تھے۔ آپ کے ایک پہلو مین علی ذوالقرنین تھے دوسرے پہلو مین جعفر ذوالجناحین۔

افسوس ہے کہ اس منظر کے ایک محض ابتدائی کیفیت کو دیکھکر حضرت ابیطالب اپنی مسرت خاص کے جذبات کو ضبط نہ کرسکے۔ اور جعفرؓ کو فوراً جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے پہلو مین کھڑے ہوجانے کا حکم دیا۔ آج وہ زندہ ہوتے تو اس ابتدائی منظر کے حسن کمال کو

مشاہدہ فرماتے کہ اُن کے دونون ہونہار اپنے برادر عالیمقدار کے جان نثارانہ اور وفادارانہ حسن خدمات مین کامل طور سے کامیاب ہو کر آنحضرت صلعم کے دونون پہلو مین ویسے ہی کھڑے ہین جیسے کہ آپ ایک بار مشاہدہ کر چکے تھے ۔ وان ھذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء

غنائم خیبر مین حضرت جعفرؓ کا حصہ

جناب جعفرؓ کے محاسن خدمات کی قدر و منزلت جسقدر شہنشاہ رسالت کو مدنظر تھی اُس کے ثبوت غنائم خیبر کی تقسیم سے ظاہر ہوتے ہین ۔ علامہ زرقانی ابو موسی الاشعری کی زبانی لکھتے ہین ۔

حتی قد منا معہ (جعفر) جمیعا فوافقنا النبی صلعم حین افتتح خیبر فاسھم لنا ولم یسھم لاحد غاب من فتح خیبر منھا شیئا الا لمن شھدھا معہ الا اصحاب سفیتنا مع جعفر واصحابہ فانہ قسم لھم معنا ۔

ص۲۳۸ ۔ ج ۔ ۲ ۔ مصر

ابو موسیٰ کہتے ہین تا اینکہ ہم لوگ ہمراہی حضرت جعفرؓ روانہ ہوئے اور فتح خیبر کے موقع پر خدمت نبوی مین حاضر ہوئے ۔ آنحضرت صلعم نے ہم لوگون کو غنیمت خیبر مین حصّہ دیا اور کسی شخص واحد کو جو فتح خیبر مین شریک یا حاضر نہین ہوا تھا ۔ حصہ نہین دیا ۔ سوائے اُن کے جو حضرت کے ساتھ جنگ مین شریک تھے یا ہم لوگ اہل سفینہ (مہاجرین حبشہ) جو ہمراہی جعفر آئے تھے انھین البتہ غنیمت مین حصّہ دیا ۔

بنی ہاشم کے ساتھ فیاضانہ سلوک صحابہ کی ناگواری کے باعث ہوئے

اول تو یہ تخصیص دوسری غنائم خیبر کی تقسیم مین بنی ہاشم کے ساتھ زیادہ فیاضی اور کشادہ دلی سے کام لینا بعض صحابہ کو ناگوار گذرا اور اُنھون نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین اس امر کی بالمشافہہ شکایت کی ۔ روضتہ الاحباب مین اس کی تفصیل حسب ذیل مرقوم ہے

ونصیب کامل از خمس بہ بنی ہاشم و بنی المطلب ارزانی داشت چنانچہ از جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ مروی است کہ

آپ نے خمس کی کل رقم بنی ہاشم اور بنی مطلب کو عنایت فرما دی ۔ چنانچہ جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ نے خمس کی رقم ذوی القربا

چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہم ذوی القربی
را از غنائم خیبر بہ بنی ہاشم و بنی عبد المطلب داد
من و عثمان بن عفان نزد حضرت رفتیم و گفتیم
ما انکار فضل برادران خویش بنی ہاشم نمی کنیم
زیرا کہ وجود شریف تو از ایشان است
فاما مراتب ما و بنو مطلب بہ نسبت تو یکے
است ۔ چون است کہ ایشان را سہم
ذی القربی دادی و ما را محروم گذاشتی ۔
در جواب فرمود کہ بنو ہاشم و بنو مطلب نیستند
مگر شئ واحد ۔ ہمچنین گفت و اصابع مبارک
را تشبیک فرمود و در روایتے آنکہ فرمود ما
و بنو مطلب الا ہم جدا نگشتند نہ در جاہلیت
نہ در اسلام ۔ روضۃ الاحباب ص ۳۹۰

مین بنی ہاشم و بنی مطلب کو دیدی تو ہم اور عثمان بن عفان
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر
ہوئے اور عرض کی کہ ہم لوگون کو اپنے برادران بنی ہاشم
کی فضیلت کا انکار نہین ہے کیونکہ حضور کا وجود اقدس
اُنھین سے ہے ۔ لیکن حضور کے ساتھ قرابت رکھنے
کے اعتبار سے ہم اور بنو مطلب ایک ہین ۔ پھر یہ کیسے ہوا
کہ اُن لوگون کو ذوی القربیٰ کے کل حصے دیدیے گئے
اور ہم لوگ اُس سے بالکل محروم رکھے گئے ۔ جواب
مین ارشاد ہوا کہ بنی ہاشم اور بنو مطلب جدا نہین ہین
بلکہ ایک ہی چیز ہین ۔ جیسے یہ انگلیان ہین (اس کے
ساتھ ہی آپ نے اپنی انگلیان جدا کرکے پھر ملالین)
اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا
کہ ہم اور بنو مطلب کبھی جدا نہوے ۔ نہ جاہلیت کے ایام
مین اور نہ اسلام مین ۔

دنیا بڑی بُری شے ہے ۔ کمی اور زیادتی دونون حالتون مین اس کی خواہش اور تمنا
دامن نہین چھوڑتی ۔ اس کے حصول کی خواہش و کوشش مین انسان مشکل سے جا و بیجا اور
زیبا و نازیبا کی تمیز کر سکتے ہین ۔ اور دیدہ و دانستہ بلا استحقاق اس کے مطالبات کے لیے آمادہ
و مستعد ہوجاتے ہین ۔ جبیر ابن مطعم نادار شخص تھے اور ہزارون ضرورتون مین گرفتار اگر انھون نے
بغیر استحقاق کے اس کے حصول کی خواہش کی تو یہ اُن کی مفلسی اور ناداری کے غیر متحمل تقاضے
سمجھے جائین گے ۔ تعجب تو ہے حضرت عثمان کے مطالبہ پر ۔ نہ موصوف کو اس کی مطلق ضرورت
تھی ۔ اور نہ اپنے بلا استحقاق ۔ مطالبہ سے عدم واقفیت حاصل تھی ۔ انھین بخوبی معلوم تھا کہ

رقم خمس پیغمبرؐ کے ذوی القربیٰ تک محدود ہے۔ کوئی دوسرا شخص عام اس سے کہ وہ کتنا ہی کارگذار اور ذی اعتبار ہو۔ اس کا مستحق نہین ہو سکتا۔ پر باوجود اس علم و معرفت کے کہ موصوف آنحضرت صلعم سے تین چار پشت علٰحدہ تھے۔ تاہم صرف حصول خمس کی تنہا ضرورت کی وجہ سے آپ اپنے کو خواہ مخواہ ذوی القربیٰ مین داخل کیے دیتے ہین۔ حالانکہ خدا اور رسول صلعم ذوی القربیٰ کی تخصیص بتلا چکے ہین۔ آیات وافی ہدایات مباہلہ فقل تعالوا ندع ابناءنا الخ و مودت فی القربیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ الخ۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت کی تشریحات و تفصیلات مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان حضرات کی معرفت بھی کرا چکے ہین۔ اس تجاہل عارفانہ اور تغافل خود غرضانہ کا کیا علاج۔

بالآخر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی عمومیّت اور بنی ہاشم کی خصوصیت بتلانی پڑی۔

حضرت جعفر اور امامہ بنت حضرت حمزہ کی ولایت

خیبر سے جب جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مع الخیر مدینہ واپس ہوئے۔ خیبر کے واقعہ سے گیارہ مہینے بعد ذی قعدہ کے مہینے مین عمرۃ الصلح (صلح حدیبیہ) واقع ہوا۔ جب قریش کے تمام مفسدانہ اور دغابازانہ معاملات سے قطع نظر فرما کر آنحضرت صلعم نے مصالحت منظور کر لی اور شرط صلحنامہ کے رو سے آپ مناسکات حج ادا کرنے کی جگہ صرف مراسم عمرہ بجالانے کے مجاز کر دیے گئے تھے۔ اس بنا پر آپ گویا آٹھ برس کی مدت مدید کے بعد شہر مین داخل ہوئے۔ جناب جعفرؓ بھی ہمراہ تھے۔ مکہ سے روانگی کے وقت حضرت حمزہ کی صغیر السن صاحبزادی جنکا نام امامہ تھا۔ اور وہ ابتک مکہ ہی مین تھین۔ آنحضرت صلعم کے پاس۔ چچا۔ چچا (اخوت رضاعی کے اعتبار سے) کہتی ہوئی دوڑی آئین۔ اور عرض کرنے لگین ہمین بھی ساتھ لیتے چلیے۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے فرط محبت سے انکو اپنی آغوش مین اٹھا لیا۔ اور بروایت قسطلانی و زرقانی جناب سیدہ

فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی محمل کے پاس لاکر بچی کو اُن کی گود مین دیدیا۔ جب مدینہ مین پہونچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین امامہ کی ولایت وکفالت کے تین برابر کے دعویدار اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُن مین سے ایک زید بن حارثہ تھے۔ دوسرے جعفر ابن ابیطالب تیسرے علی ابن ابیطالب۔ زید کا دعوی تھا کہ عقد مواخاۃ کے رو سے حضرت حمزہ میرے بھائی تھے چنانچہ شہادت کے وقت وہ مجھی کو اپنا وصی قرار دے چکے ہیں۔ اس بنا پر امامہ کی ولایت کا مجھسے زیادہ مستحق کوئی نہین ہوسکتا۔ حضرت جعفرؑ کا بیان تھا کہ میرے چچا کی لڑکی ہے لہذا مجھسے بڑھکر نہ اس کا کوئی ولی ہوسکتا ہے اور نہ قریب تر خیر خواہ۔ حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ آپ سب حضرات تو وہین موجود تھے۔ لیکن یہ بچی سب کو چھوڑ کر سب سے پہلے میری گود مین خود چلی آئی۔ گویا اُسکے نزدیک مجھسے بڑھکر اُس کا ولی اور سرپرست کوئی ہو ہی نہین سکتا تھا۔ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے دعوے سنکر امامہ بنت حمزہ کو اسمار بنت عمیس کی گود مین دیدیا کہ وہ حقیقی خالہ تھین اور ارشاد فرمایا کہ خالہ مان کے برابر ہوتی ہے اسمار حضرت جعفر کی بی بی تھین۔ اس لیے گویا حضرت جعفر ہی کا دعوی بحال رہا زرقانی ص ۱۹۹-۲۰۱ مصر

مہاجرین مکہ پر مہاجرین حبشہ کی ترجیح

ایک بار حضرت عمر مہاجرین کی فضیلت کے مسئلہ پر حضرت اسمار بنت عمیس سے اُلجھ پڑے۔ موصوف یہ نہ سمجھے کہ اصل شے ایمان ہے اور اسی کی سابقت پر مراتب فضیلت قائم ہوتے ہین اور حسن اتفاق سے اُس مین موصوف اپنے مخاطب سے بہت پیچھے ہین۔ تعریض سے پہلے تفہیم حقیقت آپ کے لیے ضروری تھی۔ لیکن سمجھ مین نہ آئے تو کیا کیا جاوے۔ علامہ زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت سے اس کا پورا انکشاف حقیقت ہوتا ہے۔

ان عمر قال لاسماء بنت عمیس سبقناکم بالھجرۃ فنحن احق برسول اللہ منکم فغضبت رذکرتہ لہ فنحن احق برسول اللہ	حضرت عمر نے حضرت اسمار بنت عمیس (زوجہ حضرت جعفرؑ) سے کہا کہ ہم لوگ تم لوگون سے مرتبہ ہجرت مین بڑھے ہوئے تھے اور ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلیس بأحق لی منکم ولہ ولاصحابہ ھجرۃ واحدۃ ولکم انتم اھل السفینۃ ھجرتان۔	وسلم کے ساتھ تم لوگوں سے زیادہ مستحق ہین۔ یہ سنکر اسمار بنت عمیس کو سخت طیش آیا اور آنحضرت صلعم سے جاکر اس کا ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ مستحق میرا نہین ہے۔ اُن کی (عمر کی) اور اُن کے

اصحاب کی صرف ایک ہجرت ہوئی ہے اور تم لوگ اہل سفینہ کی دو ہجرتین ہوئی ہین۔

غزوہ موتہ آغاز سال ۸ہجری مین حضرت جعفرؓ کامل آٹھ برسون کے مدت ہجرت تمام کر کے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے تھے افسوس کہ حسن رفاقت اور شرف ملازمت کا زمانہ حضرت جعفر طیارؓ کو ایک سال کی مدت سے زیادہ نہین ملا۔لیکن ان سب کی بڑی خوش قسمتی اور سعادت اندوزی کا باعث یہ ہوا کہ اس قلیل زمانہ کی رفاقت و ملازمت۔ وفاداری اور جان نثاری کے حسن خدمات دکھلاکر غنیمت شہادت کے حصول پر ختم ہوگئی۔ اور اُن کو حیات ابدی کی دولت لازوال عطا کر گئی۔ تفصیل یہ ہے۔

علاقہ شام مین شہر بلقا سے پورب کی طرف ایک مقام کا نام موتہ ہے۔جہان کی تلوارین عرب مین بہت مشہور تھین۔ اس کے ثبوت مین عرب کے قدیم شاعر کثیر کا یہ مصرعہ موجود ہے۔

صوارم یجلوھا بموتۃ صیقل — وہ تلوارین جو مقام موتہ مین صیقل کی جاتی ہین۔

جلد دوم مین ارسال نامجات کے باب مین بیان ہوچکا ہے کہ تبلیغ اسلام کی غرض خاص سے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطین ملکی اور امرا و رؤسا و قبائل کے نام خط لکھے تھے۔ اُنھین مین شرحبیل بن عمر کے نام بھی نامۂ رسالت حارث بن عمیر کی معرفت بھیجا گیا تھا۔ شرحبیل علاقہ حوران کا حکمران تھا قیصر کا باجگذار اور شہر بصرہ اُس کا دارالحکومت تھا۔ شرحبیل نے نامۂ رسالت کے ساتھ بے ادبی کی اور ابن عمیر کے ساتھ قساوت قلبی کی

کہ اُن کو فوراً قتل کر ڈالا ۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُن کے خون ناحق کے قصاص و معاوضہ کی غرض خاص سے تین ہزار فوج تیار کی اور زید بن حارثہ کو اس لشکر کا امیر بنایا اور تمام اکابر صحابہ کو سوائے حضرت علی مرتضیٰ کے ان کی ماتحتی میں روانگی کا حکم دیا اور ہدایت فرمادی کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر ابن ابیطالب امیر لشکر ہوں اور وہ بھی فائز بشہادت ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ سردار لشکر بنائے جائیں۔

لشکر اسلام آراستہ ہو کر مدینۂ منورہ سے روانہ ہوا جناب سرورِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثنیۃ الوداع کے مقام تک بالنفس النفیس لشکر اسلامی کی مشایعت فرمائی۔ اور شام کی طرف لشکر کو رخصت فرما کر واپس آئے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس لشکر کشی سے سوائے قصاص حارث کے اسلام کی اور کوئی غرض خاص نہین تھی۔ لیکن چونکہ تبلیغ او تعلیم ایمان اسکے ہر جزوی اور کلّی اُمور میں داخل تھی۔ اس لیے لشکر کو رخصت کرتے وقت امرائے لشکر کو حسب ذیل احکام خاص طور پر نافذ فرمائے گئے۔

(۱) مقابلہ سے پہلے مخالف کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر خوش قسمتی سے وہ قبول کرلین۔ تو پھر مقابلہ و مقاتلہ کی کوئی ضرورت ہی باقی نہین رہی۔

(۲) اخوت اسلامی اور محبت انسانی کا مقتضا یہ ہے کہ اُس مقام پر ضرور جانا۔ جہان حارث ابن عمیر کا خون ناحق بہایا گیا ہے۔

زید بن حارثہ کی شہادت

شرحبیل کے جاسوس تمام لگے ہوئے تھے۔ لشکر اسلام کی منزل بہ منزل کی خبر برابر پہونچاتے رہتے تھے۔ لشکر اسلامی کی شوکت و سطوت نے شرحبیل کو اتنا مرعوب بنا رکھا تھا کہ بالآخر وہ خوف کھا کر قلعہ بند ہوگیا اور اُس نے ہرقل قیصر رومی سے مدد مانگی۔ قیصر بے شمار فوج لیکر چلا۔ اور مقام ماب جو ضلع جابلقا میں واقع ہے مقیم ہوا۔ زید بن حارثہ کو بھی غنیم کی خبر برابر ملتی رہتی تھی۔ مخالف کی تیاری اور کثرت تعداد معلوم کر کے زید نے دربار رسالت میں خبر دینا اور حکم ثانی تک انتظار کرنا چاہا۔ لیکن عبداللہ

بن رواحہ نے ان کی تجویز سے اختلاف راے کرکے کہا کہ ہمارا مقصود نہ ملک گیری ہے اور نہ عیسائیون پر فتحیابی - بلکہ قصاص حارث کی کوششون مین شرف شہادت سے بہرہ اندوزی ہمارا نصب العین ہے اور وہ ہمکو ہر وقت حاصل ہو سکتی ہے -

عبد اللہ کی اس پر جوش اور مردانہ صلاح سے سب نے اتفاق کیا - اور اسلام کا یہ لشکر قلیل آگے بڑھا مقابلہ کے لئے غنیم بھی اپنا ٹڈی دل - لشکر عظیم لیے بڑھتا ہوا چلا آیا اور شہر موتہ کے میدان مین طرفین کی فوجین مقابلہ پر طیار ہو گئین - غنیم نے ایک لاکھ فوج لیکر اسلام کی مٹھی بھر جمعیت پر حملہ آور ہوا پہلے ہی حملہ مین زید بن حارثہ زخم سنان سے شہید ہو گئے - رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ -

حضرت جعفر کی شہادت

جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے موافق - زید کی شہادت کے بعد حضرت جعفر علم لیکر آگے بڑھے - اور اظہار شجاعت مین مبارزان عرب کے قدیم دستور کے مطابق میدان جنگ مین پہونچتے ہی اپنے گھوڑے کی کونچین کاٹ ڈالین - گویا یہ اپنی ثابت قدمی کا ثبوت تھا کہ بطور ظاہر کوئی ذریعہ فرار باقی نہ رہے - اسکے بعد پیدل ہو کر بڑی دیر تک بڑی جگرداری اور پاداری کے ساتھ لڑتے رہے - کسی کا ہاتھ آپ کے سیدھے ہاتھ پر پڑ گیا - اور پورا پڑ گیا - فوراً ہاتھ کٹ کر زمین پر آرہا - حضرت جعفرؓ بکمال استقلال علم کو بائین ہاتھ کی بغل مین داب کر لڑتے رہے - اس اثنا مین بائین ہاتھ پر بھی تلوار پڑی اور وہ بھی شانہ سے جدا ہو گیا - پھر غنیم نے اُن کو بے قابو پاکر تلوارون سے چور چور کر دیا - صحیح بخاری مین عبد اللہ ابن عمر کا چشم دید بیان لکھا ہے کہ مین نے اُس دن جعفرؓ کی لاش کو دیکھا تو تلوارون اور نیزون کے نوّے زخم لگے تھے - لیکن سب کے سب سامنے کی جانب تھے - پشت نے یہ داغ نہین اُٹھایا تھا -

عبد اللہ ابن رواحہ کی شہادت خالد کی خواہ نخواہ امارت اور فوج اسلام کی ہزیمانہ واپسی

حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد آخر علمبردار عبد اللہ ابن رواحۃ الانصاری نے لشکر کی کمان لی اور آخر کار اپنی تمنا و آرزو کے مطابق شاہد شہادت سے ہمکنار ہوئے -

چونکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقرر کردہ امیران لشکر سب کے سب شہید ہو چکے تھے۔ اس لیے ثابت ابن قرم نے علم فوج لے تو لیا۔ لیکن لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ لوگ جلد ایک امیر مقرر کر لین۔ ورنہ ہماری موجودہ بدنظمی سے غنیم فائدہ اُٹھا کر بہت جلد ہم پر غالب آجائیگا۔ لوگون نے کہا ہم تمھین کو امیر بناتے ہین۔ ثابت نے کہا مجھ مین اسکی صلاحیت ہی نہین۔ تب جلدی سے لوگون نے خالد بن ولید کو امیر لشکر بنا دیا اور ثابت سے علم فوج دلوا دیا چنانچہ زرقانی جلد دوم مین لکھتے ہین

ثم اخذ اللواء خالد بن ولید ولم تکن من الامراء وھو امیر نفسہ	پھر خالد ابن ولید نے علم لیا۔ اور وہ امراء (مقرر شدہ) مین نہین تھے۔ بلکہ انھون نے اپنے جی سے امارت لے لی تھی۔
مطبوعہ مصر ۱۴۳۱	مطبوعہ مصر ۱۴۳۱

تینون امرا کی شہادت کے بعد لشکر اسلامی مین انتشار پیدا ہو گیا اور ایسا کہ ہر شخص فرار کر جانے پر تیار ہو گیا۔ خالد نے میدان جنگ کا رنگ اُکھڑا ہوا دیکھکر فوج کو جما لینا چاہا۔ لیکن اب بہت مشکل تھا اس انتشار مین۔ جیسا کہ محدث شیرازی کا بیان ہے۔ خالد کی تدبیر سے قتیبہ ابن عامر کی تقریر بہت مفید ثابت ہوئی قتیبہ نے تمام فوج کو مخاطب کر کے ہمت افزایانہ طریقہ سے مبارزان اسلام کو اُن کے موجودہ انتشار و اضطرار کے لیے سخت متنبہ کیا اور کہا کہ تم لوگون کے ارادے کے خلاف۔ مین تو گریز پائی کے شرم و عار اختیار کرنے سے میدان جنگ مین تمھارا پارہ پارہ ہو کر دشمنون کے ہاتھ سے مارا جانا کہین بہتر سمجھتا ہون۔ خدا کی قسم میرے لیے۔ تیغ و سنان کے زخم اہل مدینہ کی طعن زبان سے زیادہ خوشگوار ہین۔ جو گھر بھاگ کر مجھ کو اور تمکو سننی پڑینگی۔

اس کلمہ و کلام مین شام ہو گئی اور رات کی وجہ سے جانبین لڑائی موقوف کر کے اپنی اپنی فرودگاہ کو واپس آئے۔ لشکر اسلام کا اسوقت پردہ رہ گیا۔ شبلی صاحب حالات جنگ کو یون ختم کرتے ہین۔

حضرت خالد سردار فوج تھے۔ نہایت دلیری سے لڑے۔ صحیح بخاری مین ہے کہ آٹھ تلوارین
ان کے ہاتھ سے ٹوٹ کر گر پڑین لیکن ایک لاکھ سے تین ہزار کا کیا مقابلہ۔ بڑی کامیابی یہی تھی
کہ فوج کو دشمن کی زد سے بچا لائے۔ جب یہ شکست خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہونچی اور اہل
شہر انکے استقبال کو نکلے تو لوگ غمخواری کے بجائے اُن کے چہرون پر خاک پھینکتے تھے کہ
او۔ فراریو۔ تم خدا کی راہ سے بھاگ آئے۔ سیرۃ النبی جلد دوم ص ۳۷۲
تھی تو حقیقت مین شکست۔ لیکن خالد بن ولید کے مؤیدین نے اسکو اسلام کی فتح بتلایا
ہے اور زمانہ حال کے محققین معتدلانہ طریقہ سے اسکو اسلام کی شاندار واپسی سے
تعبیر کرتے ہین۔ خیر جو کچھ ہو۔ ہم تو یہی کہین گے کہ لشکر اسلام بے نیل مرام واپس آیا۔

حضرت جعفر کی شہادت پر آنحضرت صلعم کا رنج و ملال

شہیدان معرکہ مین سب سے زیادہ حضرت جعفرؓ کی مفارقت کا صدمہ آنحضرت
صلعم کو ہوا۔ جب آپ کو لوگون کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو آپ سوار
ہو کر مدینہ سے نکلے۔ بہت سے لڑکے اور اہل شہر آپ کے ہمراہ ہوئے۔ جب لشکر اسلامی قریب
آگیا۔ تو بہت بھیڑ ہو گئی۔ ابن ہشام لکھتے ہیں

عن عروۃ قال لما دنوا من المدینۃ
تلقاھم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی
دابّۃ والمسلمون والصّبیان تشدون
فقال خذوا الصّبیان وحملوھم
واعطونی ابن جعفر فاتی بعبد اللہ
فحملہ بین یدیہ۔
زرقانی ج ۲ ص ۳۱۹ ابن ہشام ۲۰۱

عروہ سے مروی ہے کہ جب خالد کے لشکر کے ساتھ والے
مدینہ کے قریب پہونچے تو آنحضرت صلعم کی زیارت سے
مشرف ہوئے۔ آپ سواری پر تھے۔ اور کثرت سے
مسلمان اور اُن کے لڑکے ہمراہ تھے۔ آپ نے فرمایا
بچون کو سواریون پر بٹھالو اور جعفرؓ کے بیٹے کو مجھے
دیدو۔ چنانچہ لوگون نے عبد اللہ ابن جعفرؓ کو اُٹھا کر
آپ کی گود مین دیدیا۔ اور آپ نے اُن کو لیکر اپنی
گود مین بٹھالیا۔

ابن ہشام۔ طبری۔ قسطلانی۔ زرقانی اور محدث شیرازی متفق اللفظ بیان کرتے ہین۔

اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت جعفرؑ) بیان کرتی ہین کہ جب جعفر کی شہادت کی خبر آپ کو معلوم ہوئی تو آپ مسجد سے اُٹھکر میرے گھر تشریف لائے - اور مجھسے پوچھنے لگے - جعفر کے لڑکے کہان ہین - مین لڑکون کو لیکر آپ کی خدمت مین حاضر ہوئی (اُسوقت تک مجھے اس حادثہ کی خبر نہین معلوم ہوئی تھی) آپ نے بیقرار ہوکر بچون کو گود مین اُٹھالیا - پیار کیا - اُن کے گیسوؤن کو سونگھا اور آپکی آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے - یہ عالم دیکھکر مجھکو جعفرؑ کی طرف سے دھڑکا ہوا - اور مین مضطرب الحال ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے لگی کہ - کیا جعفر کی خبر آئی ہے - آپ نے ارشاد فرمایا ہان - اسماء وہ شہید ہوگئے - یہ سنکر مین بیخود ہوگئی اور نالہ و فریاد کرنے لگی - اور زنان محلہ بھی میری آہ و زاری سنکر میرے پاس تعزیت کو جمع ہوگئین آنحضرت نے بکمال دلجوئی مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے اسماء نالہ و فریاد نکرو - کلمات ناشایستہ زبان سے نہ نکالو - سر و سینہ نہ پیٹو -

رسول اللہ کی طرف سے جعفر کے گھر مین طعام تعزیت

یہ فرماکر آپ باچشم گریان وہان سے اُٹھے اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے - اُن کو بھی واعماہ (ہائے چچا) کہکر روتے دیکھا - ارشاد ہوا -

علی مثل جعفر فلتبك الباكية — جعفر کے ایسا اور کون ہوگا جسکے لیے رونے والیان روئین گی -

یہ فرماکر آپ نے ارشاد کیا - فاطمہ - اولاد جعفرؑ کے لیے طعام تعزیت طیار کرو -

زرقانی - زبیر بن بکار کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن جعفر کی زبانی لکھتے ہین -

فعمدت سلمی مولاة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم الی شعیر فطحنته ثم آدمته بزیت وجعلت فلفلا قال عبد الله فاكلت منه و حبسنی صلی الله علیه وآله وسلم

سلمی خادمہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کا آٹا گوندھا اُس کو خمیر کیا - پھر روغن زیتون ملاکر روٹیان پکائین اُس پر باقلہ کی پھلیان رکھکر دے دین اور ہم نے اُس مین سے کھایا - عبد اللہ ابن جعفر کہتے ہین کہ اسیطرح جناب رسالتمآب صلی اللہ

مع اخوتی فی بیتہ ثلاثۃ ایام

علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگون کو تین روز تک اپنے گھر مین رکھا

زرقانی۔ طبرانی۔ قسطلانی۔ امام احمد بن حنبل اور امام نسائی کی سند صحیح کے حوالہ سے لکھتے ہین

عن عبد اللہ بن جعفر ثم امہل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی جعفر ثلاثا ثم اتاہم فقال لہم لاتبکوا علی اخی بعد الیوم ثم قال ایتونی بنی اخی فجیئ بنا کانا افرخ فدعا حلاقا فحلق رؤسنا ثم قال اما محمد فشبیہ عمنا ابیطالب واما عبد اللہ فشبیہ خلقی وخلقی ثم دعا لہم۔

عبد اللہ ابن جعفرؓ سے منقول ہے کہ حضرت جعفر کی اولاد کو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین روز تک اپنے گھر مین رکھا۔ پھر اُن کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ آج سے میرے بھائی کے لیے نہ رونا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میرے بھتیجون کو میرے پاس لاؤ۔ جب ہم آپ کی خدمت مین لائے گئے تو آپ بکمال شفقت ودلجوئی ہم لوگون کو باہر لائے۔ حجام کو بلوایا اور ہماری حجامت بنوائی پھر میرے بھائی محمدؐ کی طرف دیکھ کر لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا۔ محمد میرے چچا ابیطالب سے مشابہ ہے اور عبد اللہ باعتبار ترکیب جسم وتوصیف خلق کے مجھ سے مشابہ ہے۔ یہ فرماکر آپ نے ہمارے لیے دعا فرمائی۔

حضرت جعفر کی شہادت سے منع گریہ وزاری کا غلط استدلال

حضرت جعفر کے واقعہ مین اُنکے اہل وعیال کی گریہ وزاری کی نسبت منع گریہ کی حدیثین علماے اہل سنت پیش کرتے ہین چنانچہ زرقانی حضرت عائشہ کی زبانی لکھتے ہین۔

فجاء رجل فقال ان نساء جعفر فذکر بکاؤہن فامرہ ان ینہاہن فذہب ثم اتی فقال نہیتہن وذکر انہن لم یطعنہ فامرہ ایضا فذہب ثم اتی فقال واللہ لقد غلبنا قال فاحث فی افواہہن من التراب قالت عائشۃ وعرفت انہ

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ مسجد مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محزون وملول بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ جعفر کی عورتین شیون وشین کرتی ہین اور بین کرتی ہین آپنے ارشاد فرمایا کہ اُنھین منع کرو وہ شخص گیا اور لوٹ کر آیا۔ اور کہنے لگا کہ مین نے اُنھین منع کیا وہ نہین مانتین۔ پھر آپنے وہی فرمایا

لایقدران یحسوفی افواھھن التراب قالت ربما ضرب النکالیف اھلہ۔

(ص ۳۱٦)

اور پھر وہ شخص گیا اور پھر ویسے ہی آکر کہنے لگا کہ وہ اپنی شیون و شین اور بین موقوف نہین کرتین اور میرا کہنا نہین مانتین آپ نے فرمایا کہ اُنکے مُنھ مین خاک جھونک دو یہ سن کر مین نے (حضرت عائشہ نے) کہا اُس شخص سے کہ خدا تیری ناک طے۔ تو ایسا نہ کرنا اور

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا حزن و ملال ترک نہین فرمایا تھا۔ ابن اسحق نے اپنی روایت مین حضرت عائشہ کا یہ قول لکھا ہے کہ آپ کہتی ہین کہ مین جانتی تھی کہ وہ شخص کبھی ان لوگون کے منھ مین خاک جھونکنے پر قادر نہین ہوسکتا تھا۔ اس لیے کہ اس حرکت سے آپ کے اہل بیت کو تکلیف ہو پہنچے گی۔

اسی روایت سے محدثین اہل سنت نے منع گریہ کے معنی نکالے ہین۔ اول تو اس حدیث کی صحت کا علم نہین۔ اور اگر یہ صحیح بھی ہو تو اس سے جزع فزع کے بجائے صبر و رضا اور سکون و سکوت اختیار کرنے کی صرف تعلیم و ہدایت مقصود ہے۔ نہ امتناع حرمت۔ چنانچہ محدث شیرازی اس حدیث کے لکھنے کے بعد روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

تنبیہ۔ از ضمن خبر جعفرؓ و گریہ و حزن و ملال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبوت او معلوم می شود کہ شخصے در مصیبت بمجرد بکا و حزن از دائرہ صابران و راضیان بقضا حق تعالیٰ بیرون نمی رود مادام کہ دل او مطمئن بود بران۔ زیراکہ حال آن اثریست از آثار رحمت و رقتے کہ خداوند تعالےٰ در دل بندہ مومن ایجاد فرمودہ بلکہ توان گفت کہ شخصے اگر از مصیبت متاثر گرود معالجہ نفس

جعفر کی خبر اور اُن کی شہادت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گریہ اور حزن و ملال کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف مصیبت مین گریہ و بکا کرنے کی وجہ سے صابرون اور راہ الٰہی کے رضامندون کے دائرے سے باہر نہین ہوسکتا تاوقتیکہ اُس کا قلب (رضاے الٰہی سے مطمئن ہے۔ کیونکہ مصیبت مین یہ حالت (گریہ و بکا) آن رحمت و رقت کے آثار مین سے ایک قسم خاص کی کیفیت ہے جو خداے تعالیٰ کی طرف سے ہر بندۂ مومن کے دل مین

خویش برضا و صبر کند رتبہ او ارفع خواہد بود از کسے کہ باک ندارد از وقوع مصیبت و منجزع نگردد ازانکہ زیرا کہ آن علامت از قساوت قلب است ۔

ودیعت فرمائی گئی ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس شخص پہ مصیبت پڑے اور وہ اپنے درد دل کا علاج صبر و رضا سے کرے تو اُس کا مرتبہ اُس شخص سے جو مصیبت میں دردمند نہیں ہوتا۔ اور رقت قلب سے گریہ نہیں کرتا۔ زیادہ بلند ہوگا۔ کیونکہ مصیبت میں دردمند نہ ہونا اور گریہ وبکا نہ کرنا قساوت قلبی کی علامت ہے ۔

علامہ زرقانی نے بھی ابن حجر کی قریب قریب یہی رائے نقل کی ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

قال الحافظ ای لما جعل اللہ فیہ الرحمۃ ولا منافی ذلک الرضاء بالقضاء ویوخذ منہ ان الانسان اذا اصاب بمصیبۃ فحزن لا یخرج عن کونہ صابرا راضیا اذا کان قلبہ مطمئنا بل قد یقال ان من کان ینزعج بالمصیبۃ ویعالج نفسہ علی الصبر والرضا ارفع رتبۃ ممن لا یبالی بوقوع المصیبۃ اصلاً اشار الی ذلک الطبری واطال فی تقریرہ ۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس (گریہ و بکا) میں خدا نے اپنی رحمت ودیعت فرمائی ہے اور یہ امر راضی برضائے الٰہی ہونیکا منافی نہیں ہے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب انسان کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو اظہار حزن و ملال کرتا ہے اور اُس عمل سے تا وقتیکہ اُس کا قلب مصیبت میں مطمئن ہے دائرہ راضیین و مرضیین سے خارج نہیں ہوتا البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص مصیبت کے وقت بے قابو اور بیتاب نہیں ہو جاتا ہے اور اپنے دل دردمند کا علاج صبر و سکوت سے کرتا ہے اُس کا مرتبہ اُس شخص سے بلند ہے جو مصیبت کے وقت بیتاب اور بے قابو ہو جاتا ہے۔ اس قول کی طرف علامہ طبری نے بھی اشارہ کیا ہے اور اس پر ایک طویل بحث کی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم تھے اور مرتبۂ اصطفا پر فائز۔ اس بنا پر آپ نے بکمال استقلال بھائی کے واقعہ پر راضی برضائے الٰہی رہکر صبر و سکوت اختیار فرمایا لیکن رقت قلب اور رحمدلی کے تقاضہ سے جو عین ودیعت الٰہی بتلائی گئی ہے۔ چشم پُرنم فرمالی لیکن حضرت جعفرؑ کے عیال تو معصوم نہیں تھے اور نہ محفوظ۔ اس بنا پر عام فطرت انسانی کے مطابق انھوں نے

اپنے سرپرست اور ولی النعم کی مفارقت مین جزع و فزع کی تو بقول طبری - ابن حجر - زرقانی - قسطلانی اور محدث شیرازی اس سے امتناع بجا کیونکر ثابت ہوئی - چنانچہ اسی اصول فطرت کی بنا پر حجۃ الہند شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ مین مراسم و دستور قومی کو شریعت مین بالضرورت داخل ہونے کے متعلق تحریر فرمایا ہے -

کالحزن لمیتھم واستحباب	مثلاً مردے کا غم کرنا اور اُن پر رحم کھانا - یا حسب
الرفق بہ وکالفخر بالاحساب والانساب	ونسب پر فخر کرنا - تو یہ مراسم اور یہ اصول سب سے
فتلک العادات والعلوم احق الاشیاء	زیادہ لحاظ کے قابل ہین - ان کے بعد وہ مراسم
بالاعتبار ثم بعدھا عادات وعقائد	ہین جو خاص اسی قوم مین جاری ہین جن پر وہ پیغمبر
یختص بالمبعوث علیھم فتعتبر ذالک -	مبعوث ہوا ہے تو اُن مراسم کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے -

"الکلام"

طبرانی سالم ابن ابی الجعد کی زبانی لکھتے ہین

جعفر ذوالجناحین

قال رای صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعفرا ملکا ذا جناحین	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر کو ملائکہ کی شکل مین دو پرون کے ساتھ دیکھا -

زرقانی لکھتے ہین کہ ابن سعد نے اس حدیث کو ابوہریرہ کی سند سے لکھا ہے - اسکے بعد زرقانی تحریر فرماتے ہین -

کان ابن عمر اذا اسلم عبد اللہ	ابن عمر ابن جعفر کو سلام کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ سلام
بن جعفر قال السلام علیک یا بن	ہو تم پر اے دو پر والے کے بیٹے -
ذوالجناحین کما فی الصحیح -	جیسا کہ صحیح مین وارد ہوا ہے -

جعفر الطیار - پھر اُسی کتاب مین باسناد حسن حضرت عبد اللہ بن جعفر کی زبانی طبرانی کے حوالے سے مرقوم ہے -

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھنیئا	فرمایا جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مبارک ہو
لک ابوک یطیر مع الملئکۃ فی السماء	تمکو تمھارے باپ ملائکہ کے ساتھ آسمان پر پرواز کرتے ہین

پھر اُسی کتاب مین ہے ۔

قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان جعفرا یطیر مع جبرئیل ومیکائیل لہ جناحان عوضہ اللہ تعالی من یدیہ

فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جعفر جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کے ساتھ پرواز کرتے ہین ۔ خداوند عالم نے اُن کو اُن کے ہاتھون کے عوض مین دو پر عنایت فرمائے ہین ۔ اسی مرتبۂ عالی کے اعتبار سے حضرت جعفر کو جعفر الطیار کے لقب سے ہمیشہ یاد کیا جاتا ہے ۔

حضرت جعفر الطیار کے فضائل

صحیح نسائی اور صحیح ترمذی مین حضرت ابو ہریرہ کا یہ قول مرقوم ہے

انہ افضل الناس بعد المصطفیؐ ۔

کہ یہ (جعفر الطیار) بعد جناب محمد مصطفےٰ صلعم کے افضل الناس ہین

بخاری صاحب نے بھی اپنی صحیح مین یہی قول لکھا ہے مگر تھوڑی ترمیم کے ساتھ ۔ اس لیے کہ آپ کے نزدیک افضل الناس کوئی اور بزرگ ہین ۔

کان خیر الناس للمساکین صحیح بخاری جعفر محتاجون کے لیے سب آدمیون سے بہتر تھے ۔

حضرت جعفر پر آنحضرت صلعم کے خاص اشفاق

مقوقس نے ایکبار ایک بیش قیمت عبا جس مین سنجاب کے چارون طرف سنجاف لگے ہوئے تھے ۔ شہنشاہ رسالت کی خدمت مین ہدیہ کے طور پر بھیجی ۔ آپ نے وہ عبا پہن لی ۔ تھوڑی دیر کے بعد اُتار دی ۔ سامنے جعفر کھڑے تھے اُنھین عنایت فرمادی ۔ دوسرے دن جعفر وہی عبا پہنکر سلام کے لیے حاضر ہوئے تو نہایت استعجاب سے فرمایا کہ یہ ابھی تک تمھارے پاس موجود ہے ۔ مین تو سمجھا تھا کہ تم نے بھی میری طرح کسی کو دیدی ہوگی کم سے کم اپنے دوست نجاشی ہی کو تحفہ مین بھیجدی ہوتی ۔

ملا باقر مجلسی علیہ الرحمہ حیات القلوب مین تحریر فرماتے ہین ۔

نماز جعفر طیار

کلینی و ابن بابویہ و شیخ طوسی و دیگران بروایت معتبرہ روایت کردہ اند

کلینی ۔ ابن بابویہ و شیخ طوسی اور دوسرے علما نے روایت معتبرہ مین حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے

از حضرت صادق ع کہ در روز فتح خیبر حضرت جعفرؑ طیار از حبشہ مراجعت نمودہ بخدمت حضرت رسول رسید۔ حضرت فرمود نمیدانم کہ بکدام یک شادتر باشم بفتح خیبر یا بآمدن جعفرؑ و چون جعفر آمد حضرت او را در برگرفت و اکرام بسیار نمود و فرمود کہ آیا میخواہی کہ ترا عطائے کنم آیا میخواہی کہ ترا بخششے کنم آیا میخواہی کہ ترا نوازشے کنم۔ گفت بلے یا رسول اللہ صلعم و مردم گمان کردند کہ طلا و نقرہ بسیارے از غنائم خیبر باو خواہد داد و گردنہا کشیدند کہ بہ بینند کہ چہ باو می بخشد پس فرمود کہ چیزے بتو میدہم و عملے بتو تعلیم می نمایم کہ اگر ہر روز بکنی برائے تو بہتر باشد از دنیا و آنچہ در دنیا ہست و اگر ہر روز یکمرتبہ یا ماہے یکمرتبہ یا سالے یکمرتبہ بجا آوری ہر گناہ کہ دران میان کردہ باشی آمرزیدہ شود پس نماز جعفر را آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باو تعلیم کرد۔ جلد دوم ص ۲۹۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

مروی کیا ہے کہ فتح خیبر کے دن حضرت جعفر طیار ملک حبش سے مراجعت کرکے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ مین ان دونون خوشیون مین سے کس خوشی پر زیادہ خوش ہون فتح خیبر پر یا جعفرؑ کی آمد پر اور جب حضرت جعفر آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کو بغلگیر ہو کر لپٹا لیا اور اُنکا بڑا اکرام کیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو مین تمھارے ساتھ عطایات کرون اگر تم چاہو تو مین تمھارے ساتھ بخشش کرون۔ اگر تم چاہو تو مین تمھارے ساتھ نوازش کرون۔ حضرت جعفر نے عرض کی ہان یا رسول اللہ صلعم یہ سنکر لوگون نے گمان کیا کہ آپ خیبر کے مال غنیمت سے بہت سا سونا اور چاندی آپکو عنایت فرمائینگے اسی لیے اُن لوگون نے اپنی اپنی گردنین اُٹھائین کہ دیکھین جعفر کو کیا عطا فرماتے ہین اسکے بعد آپ نے جعفر سے ارشاد فرمایا کہ مین وہ چیز تمھین تعلیم کرون اور وہ طریقہ عمل بتلادون کہ اگر تم روزانہ اُسکو بجا لاؤ تو تمکو دنیا اور جو کچھ دنیا مین ہے اُس سے بہتر ہے۔ اور اگر ہر روز نا ایک مرتبہ یا مہینہ بھر مین ایک مرتبہ یا سال بھر مین ایک مرتبہ بجا لاؤ تو اس مدت مین جتنے گناہ تم نے کیے ہون گے وہ سب معفو کردیے جائین گے اسکے بعد نماز جعفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمائی

(نماز جعفر طیار کتب اعمال مین بالتفصیل و بالترکیب مندرج ہے۔

سن شریف حضرت جعفر کا سن مبارک وقت شہادت اکتالیس برس کا بتلایا گیا ہے۔ اقوال

مختلفہ مین امام عبدالبر نے اسی کو صحیح بتلایا ہے -

دفن شریف

زید بن حارثہ - حضرت جعفر طیار اور عبداللہ بن رواحہ - یہ تینون شہدا ایک ہی قبر مین مدفون کردیے گئے - رضوان اللہ علیہم اجمعین -

اولاد جعفر الطیار

معتبر و مشہور ترین آپ کے دو صاحبزادے تھے - عبداللہ اور محمد بن جعفر الطیار جو حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم بنات حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے بیاہے تھے -

از حضرت صادق ع که در روز فتح خیبر حضرت
جعفرؑ طیار از حبشه مراجعت نموده بخدمت
حضرت رسول رسید حضرت فرمود نمیدانم که
بکدام یک شادترم بفتح خیبر یا بآمدن جعفرؑ و چون
جعفر آمد حضرت او را در برگرفت و اکرام بسیار
نمود و فرمود که آیا میخواهی که ترا عطائے کنم آیا
میخواهی که ترا بخششے کنم آیا میخواهی که ترا نوازشے
کنم گفت بلے یا رسول اللہ صلعم و مردم
گمان کردند که طلا و نقره بسیارے از غنائم
خیبر باو خواهد داد و گردنها کشیدند که به بینند که
چه باو می بخشد پس فرمود که چیزے بتو میدہم
و عملے بتو تعلیم می نمایم که اگر هر روز بکنی برائے تو
بهتر باشد از دنیا و آنچه در دنیا هست و
اگر هر روز یکمرتبه یا ماهے یکمرتبه یا سالے یکمرتبه بجا آوری هر
گناه که دران میان کرده باشی آمرزیده شود
پس نماز جعفر را آنحضرت صلی اللہ علیه و آله
وسلم باو تعلیم کرد۔ جلد دوم ص ۲۹۹
مطبوعه نولکشور لکھنؤ

مروی کیا ہے کہ فتح خیبر کے دن حضرت جعفر طیار ملک حبش
سے مراجعت کر کے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر
ہوئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ مین ان
دونون خوشیون مین سے کس خوشی پر زیادہ خوش ہون
فتح خیبر پر یا جعفرؑ کی آمد پر اور جب حضرت جعفر آپ کی خدمت مین
حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کو بغلگیر ہو کر لپٹا لیا اور اُنکا
بڑا اکرام کیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو مین تمھارے
ساتھ عطایات کرون اگر تم چاہو تو مین تمھارے ساتھ
بخشش کرون۔ اگر تم چاہو تو مین تمھارے ساتھ نوازش
کرون۔ حضرت جعفر نے عرض کی ہان یا رسول اللہ صلعم
یہ سنکر لوگون نے گمان کیا کہ آپ خیبر کے مال غنیمت سے
بہت سا سونا اور چاندی آپکو عنایت فرمائین گے اسی لیے
اُن لوگون نے اپنی اپنی گردنین اُٹھائین کہ دیکھین
جعفر کو کیا عطا فرماتے ہین اسکے بعد آپ نے جعفر سے ارشاد
فرمایا کہ مین وہ چیز تمھین تعلیم کرون اور وہ طریقہ عمل بتلاؤن
کہ اگر تم روزانہ اُسکو بجا لاؤ تو تمکو دنیا اور جو کچھ دنیا مین ہے
اُس سے بہتر ہے۔ اور اگر ہر روز نا ایک مرتبہ یا مہینہ بھر مین
ایک مرتبہ یا سال بھر مین ایک مرتبہ بجا لاؤ تو اس مدت
مین جتنے گناہ تم نے کیے ہون گے وہ سب معفو کر دیے جائین گے اسکے بعد نماز جعفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمائی
(نماز جعفر طیار کتب اعمال مین بالتفصیل و بالترکیب مندرج ہے۔

سن شریف	حضرت جعفر کا سن مبارک وقت شہادت اکتالیس برس کا بتلایا گیا ہے اقوال

فہرست
نظامی پریس بک ایجنسی لکھنؤ
طلب کیجیے